سلسلۂ اشاعت الحسنہ
ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
مع عقائد و احکام اسلامیہ
ناشر
کتابستان قاسم جان اسٹریٹ دلی ۶
خلیق

هو المعین

ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم

پاک زندگی کے پاکیزہ سبق

اور

اسلامی عقائد و احکام

واقعات سیرت مبارکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نہایت مستند اور مختصر مجموعہ
اکابر علماء کا پسند کردہ۔ اسلامی اسکولوں، مدارس و مکاتب کے نصابوں میں داخل

از

حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ
شیخ الحدیث و صدر مفتی مدرسہ امینیہ و سابق ناظم عمومی جمعیۃ علماء ہند

ناشر: کتابستان، قاسم جان اسٹریٹ، دہلی ٦

جدید ایڈیشن بعد نظر ثانی ۱۹۸۱ء قیمت: -/۳

فہرست مضامین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی

ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم

پیدائش پیر کے دن صبح کے سہانے وقت ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا۔ ربیع الاول کی نو تاریخ تھی۔ اور اسی سال[1] وہ واقعہ ہو چکا تھا کہ ملک حبش کے ایک ظالم گورنر نے مکہ معظمہ پر چڑھائی کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اور اس کی فوج کو جو ہاتھیوں

---

[1] مختصر یہ کہ سنہ پیدائش عام الفیل ہے۔ روایت ہے کہ پرندوں کی ایک ڈار نے فوج پر کنکریاں برسائیں۔ کنکریوں نے کارتوس کا کام کیا۔ جہاں پہنچیں آر پار ہو گئیں۔ سارے ہاتھی ختم ہو گئے۔ یہ اتنا مشہور واقعہ ہے کہ اس کی تردید نہیں کی جا سکتی۔

پر سوار تھی تباہ کر دیا تھا۔ اسی وجہ سے اس سال کا نام عام الفیل پڑ گیا تھا۔ یعنی (ہاتھیوں والا سال۔)

والدین اور خاندان ماں کا نام حضرت آمنہ، باپ کا نام حضرت عبداللہ، دادا کا نام جناب عبدالمطلب، برادری کا نام قریش تھا اور آپ کے کُنبہ خاندان کو بنو ہاشم کہتے تھے۔ آپ یتیم پیدا ہوئے کیونکہ آپ کی پیدائش سے دو ماہ پہلے والد صاحب کی وفات ہو چکی تھی۔

وطن مکہ شہر آپ کا وطن تھا۔ جہاں خانہ کعبہ ہے۔ جو ہم سے پچھم کی طرف ہے۔ جہاں حاجی حج کرنے جاتے ہیں۔ یہیں آپ پیدا ہوئے۔

نامِ نامی ماں کو پہلے ہی خیال ہو گیا تھا کہ ہونے والا بچہ بہت اچھا ہوگا۔ تعریفوں کے لائق ہوگا۔ اس لئے پیدا ہوتے ہی "احمد" نام چھانٹا۔ (جس کا مطلب ہے بہت زیادہ تعریفوں کے لائق) دادا نے دیکھا تو "محمد ﷺ" نام رکھا[1] کہ اس بچہ کی دنیا جہان میں تعریف ہی

---

[1] محمد کے معنی ہیں۔ جس کی تعریف کی گئی ہو۔

تعریف ہوگی۔

شیر خوارگی کچھ دن ماں کی گود میں رہے۔ پھر عرب کے دستور کے بموجب گاؤں کی دودھ پلائیاں آئیں اور عورتوں نے امیروں کے بچے لے لئے۔

حضرت حلیمہ ایک نیک بی بی تھیں وہ رہ گئیں۔ مجبوراً اُنہوں نے اس یتیم بچہ کو لے لیا مگر تقدیر پکاری کہ یہ یتیم موتی ہے۔ برکتوں سے حلیمہ کا گھر بھر گیا۔ اس کے گاؤں پر رحمت کی بارش ہونے لگی۔

دو سال حضور نے دودھ پیا۔ آپ ہمیشہ دایاں دودھ پیتے۔ بایاں دودھ اپنی دودھ شریک بہن کے لئے چھوڑ دیتے۔ آپ پسند نہ کرتے کہ اس کے حصہ میں دخل دیں۔ گویا انصاف آپ کی فطرت تھی۔ اور برابری کا سلوک کرنا آپ کی طبعی خصلت تھی۔

چلنے پھرنے لگے تو دودھ شریک بھائیوں کے ساتھ آپ بھی بکریاں چرانے جاتے۔ گویا کما کر کھانا آپ کی پیدائشی عادت تھی۔

یاد رکھو، انصاف اور پاک کمائی نیکی کی جڑیں ہیں

اور مسلمان کی پیدائشی خصلتیں۔

لڑکپن تقریباً چار سال بعد پھر یہ موتی آغوش آمنہ میں آیا۔ آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانے لگا۔ دل کو سرور۔ کچھ دن نہ گذرے تھے کہ حضرت آمنہ اپنے رشتہ داروں میں مدینہ گئیں۔ قدرت نے کہا یہ موتی ہمارا ہے ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔

چنانچہ ایسا ہوا کہ واپس ہوتے وقت آمنہ کی وفات راستہ ہی میں ہوگئی۔ ظاہری طور پر دادا نے پرورش شروع کردی۔ اور اُم ایمن نے خدمت کرنی شروع کی۔ مگر قدرت کو کب گوارا تھا کہ اُس کا قیمتی موتی کسی کی پرورش کا احسان اٹھائے۔ حضور کی عمر آٹھ سال کی ہوگی کہ دادا کی بھی وفات ہوگئی۔

دیکھو مصیبت کو نحوست مت سمجھو، یتیموں سے محبت کرو۔ بے وارثوں کی پرورش کرو، تمہیں کیا خبر وہ کس بلندی پر پہنچیں گے۔ قدرت نے اُن میں کیسے کیسے جوہر رکھے ہیں۔

سِن شعور چچا تو گیارہ بارہ تھے مگر ان سب میں ابوطالب

کو زیادہ تعلق تھا۔ حضور اُن کے ساتھ رہنے لگے۔

آٹھ نو برس کی عمر ہی کیا ہوتی ہے۔ مگر سنجیدگی گویا گھٹی میں پڑی تھی۔ نہ دنگا۔ نہ شرارت۔ نہ رونا نہ جھینکنا۔ نہ ضد تھی نہ ہٹ۔ بچے دنگا۔ شرارت کرتے۔ شور مچاتے۔ مگر آپ ہمیشہ خاموش رہتے۔ کھانا کھانے کے وقت بچے ضد کرتے مگر آپ چُپ چاپ ادب سے چچا کے ساتھ کھانا کھا لیتے۔ ہر وقت صاف ستھرے رہتے۔ بدن پاک کپڑے صاف۔

بچے دُنیا کے ہوتے ہیں۔ مگر اس بچہ کی شان ہی نرالی تھی۔ آٹھ نو سال کے جی کو یہ فکر بھی ہو گئی کہ اپنا بوجھ چچا پر نہ ڈالیں۔ چنانچہ مزدوری پر بکریاں چرانی شروع کر دیں۔ بارہ سال کی عمر ہوئی تو چچا کے سر ہو گئے کہ آپ کے ساتھ تجارت کے لئے ہم بھی شام جائیں گے۔ خدا نے شام کے سفر میں اپنی قدرت کے انوکھے کرشمے دکھائے۔ شام سے واپس ہوئے تو پھر اپنے کام میں لگ گئے۔

دیکھو بچو! تم بھی شرارت مت کرو۔ بزرگوں کا
ادب کرو، ہمیشہ تہذیب سے رہو۔ تھیٹر، سینما

ناچ گانا، باجا، سانگ وغیرہ وغیرہ لغو اور بے ہودہ کام ہیں، خدا کو بھلا دیتے ہیں۔ دل کو کالا کرتے ہیں، ان سے دین دنیا دونوں کی بربادی ہے۔ تم ان پر لعنت بھیجو، دل سے نفرت کرو۔ بے ہودہ اور لغو کاموں میں پڑنا مسلمان کا کام نہیں۔

تجارت تجارت شریفانہ پیشہ ہے۔ لیکن روپیہ حضور کے پاس نہ تھا۔ اُسی شہر میں ایک بیوہ عورت تھیں جن کا نام تھا خدیجہ۔ خدا نے دولت بہت کچھ دی تھی۔ ان کے یہاں ہمیشہ سے تجارت ہوتی چلی آئی تھی۔ مگر اب کوئی نہ تھا جو کام سنبھالتا۔

حضور کی عمر اس وقت تیئیس چوبیس برس تھی۔ سچائی، امانت داری، سمجھ بوجھ اور معاملہ فہمی خدا داد تھی۔ روز روز کے تجربہ نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا۔ اپنے پرائے سب ہی گرویدہ ہو گئے۔ ہر شخص کی زبان پر صادق (سچا) اور امین (امانت دار) کا لقب تھا۔ اسی لقب سے آپ پکارے جاتے تھے۔ اس بیوہ کا مقدر سامنے تھا۔ خوش نصیبی کا تارا چمکا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف اس کے کانوں

تک پہنچی۔ جان پہچان کے آدمیوں کو بیچ میں ڈال کر معاملہ کی بات چیت کی اور تجارت کا کاروبار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دیا۔

عرب کے سوداگروں کا دستور تھا۔ وہ شام جاکر اپنا مال بیچا کرتے تھے۔ آپ نے بھی سفر کا انتظام کرلیا اور شام کو روانہ ہو گئے۔

خدیجہ تھیں تو عورت، مگر تھیں بڑی ہوشیار۔ میسرہ نامی ایک غلام کو ساتھ کر دیا۔ بہانہ تو خدمت کا تھا۔ مگر مطلب یہ تھا کہ نگرانی ہوتی رہے۔

لیکن جس کا نام محمد تھا (صلی اللہ علیہ وسلم) سچائی اور دیانت داری کا پتلا تھا۔ برکتیں اس کے پاؤں چومتی تھیں۔ اس تھوڑے سے مال میں تگنا چوگنا نفع ہوا۔ سچائی محبت اور اخلاق کا وہ نمونہ پیش کیا کہ میسرہ عاشق ہو گئے۔

دیکھو! تجارت مسلمانوں کا اصل پیشہ ہے۔ دیانت
اور امانت اس کا اصلی سرمایہ ہے۔ تم سچے اور امانت دار
رہو۔ اخلاق سے پیش آؤ، دنیا تم پر عاشق ہو گی۔ سچا۔
امانت دار تاجر جنتی ہو گا۔

نکاح

حضرت خدیجہ نے جب اپنے غلام کی زبانی سفر کے حالات سنے تو یقین کر لیا کہ ان وصفوں کا مالک یہ ہونہار جوان بہت بڑے رتبہ کا آدمی ہوگا۔

کچھ نکاح کا اشارہ ہوا۔ اگرچہ خدیجہ چالیس سالہ عورت تھیں اور حضور نوجوان تھے۔ صرف پچیس سال کی عمر تھی۔ خاندان ایسا کہ سارا عرب اس کی عزت کرتا تھا۔ عادت مزاج ایسا کہ بوڑھے، جوان سب ادب و لحاظ کرتے۔ نام نہ لیتے۔ امین یا صادق کہتے، تجارت سب سے بڑی چیز تھی اس کے آپ ماہر تھے۔

غرض آپ جس عورت کے لئے اشارہ کرتے اس کے ماں باپ فخر کرتے۔ اور سو جان سے منظور کرتے۔ مگر اللہ والے دُلارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف نکاح کرنا تھا۔ نفس بڑھانا نہیں تھا۔ آپ نے خدیجہ کی درخواست منظور کر لی۔

نکاح ہوگیا۔ اولاد ہوئی۔ عادتیں کچھ ایسی پیاری تھیں کہ جوں جوں دن گذرتے جاتے خدیجہ دُلارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر سو جان سے قربان ہوتی جاتی تھیں۔ مگر آپ اپنا من خدا

کے دھیان میں لگاتے جاتے۔ یہ من کی لگی ایسی بڑھی کہ آپ اکثر حرا، پہاڑ کے ایک غار میں رہنے لگے۔ وہیں خدا کی یاد کرتے رہتے ضرورت کے بموجب گھر آتے۔ بال بچوں کی خبر لیتے۔

مسلمانوں کے دونوں کام ہیں۔ اللہ کی یاد کرنا، بال بچوں کی خبر رکھنا۔ کسی ایک کا ہوکر دوسرے کو چھوڑ دینا مسلمان کی شان نہیں۔

نبوّت

اب نکاح کو لگ بھگ پندرہ برس ہوگئے حضور کی عمر کے چالیس برس پورے ہوتے تھے پیر کا دن تھا۔ خدا کی یاد میں اسی غار میں آپ تشریف رکھتے تھے کہ خدا کا فرشتہ جس کا نام جبرئیل ہے (علیہ السّلام) آیا۔ خدا کا پیام پہنچایا۔ اور آج سے آپ نبی ہوگئے۔ مگر عمر بھر میں یہ ایک نیا واقعہ تھا۔ خدا کا پیام معمولی چیز نہیں۔ پیغمبر کی ذمہ داری بہت بڑی ہے اس کو بڑی بڑی مصیبتیں جھیل کر اللہ کی اطاعت اور خلقِ خدا کی خدمت کرنی پڑتی ہے۔ جیسا مرتبہ بلند ہوتا ہے عزت بڑی ہوتی ہے ایسے ہی آزمائشیں بھی سخت ہوتی ہیں۔ آپ کو ان باتوں کا پورا

احساس تھا۔ گھرآئے طبیعت پر بڑا اثر تھا۔ دل کانپ رہا تھا۔ آپ نے ڈھانپ لینے کا حکم کیا اور پورا واقعہ سنایا۔ خدیجہ واری ہوئیں۔ کہا آپ سچے نبی ہیں۔ میں سب سے پہلے ایمان لاتی ہوں۔ آپ گھبرائیں نہیں۔ اللہ نے آپ کو ایسی خصلتیں بخشی ہیں کہ آپ نبوت کی ذمہ داری سنبھال سکتے ہیں۔

صدیق اکبر حضرت ابوبکر، حضرت ام ایمن، حضرت زید بن حارثہ، حضرت علی رضی اللہ عنہم یعنی گھر کے آدمی اور خاص دوست جو رات دن حضور کو دیکھتے تھے۔ وہ تو پہلے ہی فریفتہ تھے۔ خبر پاتے ہی سب ایمان لے آئے۔

تبلیغ

اب حرا، پہاڑی کا غار چھوٹا۔ گلی، کوچوں، بازاروں، میلوں میں وعظ شروع ہوا۔ لوگوں میں ہٹ دھرمی اور اپنے باپ دادا کی رسم کی اتنی پچ تھی کہ اللہ کو ایک جاننا اور اپنے من مانے دیوتاؤں کو چھوڑنا گویا اُن کے لئے موت تھا۔ اُنہوں نے بڑے بڑے بت بنا رکھے تھے اور یہ لوگ اُن کے پجاری تھے۔ خدا کے ایک ماننے اور مورتی پوجا چھوڑنے سے اُن کی مہنتایت ختم

ہوتی تھی۔

انہوں نے اپنی جھوٹی بڑائی کی خاطر اس سچی تعلیم کی مخالفت شروع کردی اور حضور کے دشمن بن گئے۔

ایک دفعہ حضور نے کچھ لوگوں کو اکٹھا کیا۔ جب آدمی جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا۔ اگر میں یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک فوج ہے جو ابھی ابھی تم پر حملہ کرنے والی ہے تو تم سچ جانوگے یا جھوٹ۔ سب بولے سچ۔ کیونکہ آپ سچے ہیں امانت دار ہیں۔ حضور نے فرمایا۔ دیکھو موت کا لشکر تمہارے پیچھے ہے۔ میں تم کو خدا کے غضب سے ڈراتا ہوں۔ میں سچ کہتا ہوں اللہ ایک ہے۔ میں اُس کا نبی ہوں۔ تم بھی اقرار کرو۔ بتوں کی پوجا چھوڑ دو۔ ایک اللہ کی پوجا کرو۔ اس کے حکم مانو۔ بُری باتوں سے نفرت کرو۔ نجات پالوگے۔ کیسی اچھی باتیں تھیں جو آپ نے بتائیں مگر اُن لوگوں کے دل کفر کی دل دل میں پھنسے ہوئے تھے غرور اور تکبر سے دماغ خراب ہو گئے تھے کوئی بات ان کی سمجھ میں نہ آئی۔

حد ہوگئی توبہ توبہ۔ چچا ابولہب پکارا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

تیرا ناس ہو۔ تو نے اسی واسطے ہمیں بُلایا تھا؟ لیکن خدا کا قہر پکارا ابولہب تیرا ہی ناس ہوگا۔ آخر یہ سب اُٹھ کر چلے گئے۔

مسلمانو! حق بات کہو۔ اگرچہ دوست دشمن بن جائے
خدا لگتی کہو۔ اگرچہ اپنے پرائے ہو جائیں۔ دنیا کی
مصیبت چند روزہ ہے۔ آخرت کی تکلیف بہت
سخت اور ہمیشہ رہنے والی ہے۔ اس سے ڈرو جو
بہت سخت ہے۔

اِدھر سے تبلیغ اور اُدھر سے نفرت دونوں میں دِن بدِن زیادتی تھی۔ نفرت اس حد کو پہنچی کہ مکّہ شہر کا بچہ بچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہوگیا۔ طرح طرح سے حضور کو ستاتے۔ حضور کے ساتھیوں پر ہزاروں مصیبتوں کے پہاڑ توڑتے۔ مسلمان اولاد کے حق میں خود ماں باپ جانی دشمن بن گئے۔ رشتہ داروں کے خون سفید ہوگئے۔

انتہا یہ تھی کہ مسلمان چھپ چھپ کر زندگی بسر کرتے۔ مکہ کی سرزمین پر ایک دو دن نہیں دو چار مہینے نہیں برسوں مسلمانوں نے مصیبتیں جھیلیں۔ بہت سے

خدا کے پیارے ان ہی مصیبتوں میں خدا کو پیارے ہوگئے۔ مگر جو اسلام لاتا تھا۔ خدا جانے اس کے دل میں سچائی کی کتنی طاقت بھر جاتی تھی کہ کبھی اُس کا قدم نہ ڈگمگاتا۔

بات یہ تھی کہ وہ اس بات کو کھلّم کھلاّ جان لیتا تھا کہ دنیا کی تمام مصیبتیں دوزخ کی آگ کے سامنے ہیچ ہیں، اس کو اللہ اور اس کے رسول سے اتنی محبت ہوجاتی کہ تکلیفوں کو راحت سمجھتا اور مصیبت کے کانٹوں کو پھولوں کی پنکھڑیاں جانتا تھا۔

دیکھو! اسلام کیسا سچا اور پیارا مذہب ہے کہ ان مصیبتوں کو دیکھتے ہوئے بھی اس کے چاہنے والے بڑھتے ہی رہے۔

مسلمانو! تم دنیا کے لئے نہیں پیدا کئے گئے تمہاری پیدائش کا مقصد عیش وعشرت نہیں۔ راحت وآرام کے لئے مسلمان پیدا نہیں ہوا۔ مسلمان صرف اس لئے پیدا ہوا ہے کہ وہ اپنے مالک کا بندہ بن کر رہے اُسی کے احکام پر عمل کرے۔ اُسی کی بادشاہت کے گیت گائے۔ دنیا کی تمام

نمائشوں سے نفرت کرے وہ خداوندی فوج کا سپاہی ہے۔
عیش و عشرت سپاہی پر حرام۔ راہِ خدا میں جان کھپانا اس کا
خاص کام۔

ہجرتِ حبشہ

چھ سات برس بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
اپنے ساتھیوں کو اجازت دی کہ اگر کسی دوسرے ملک میں
جاکر جان بچاسکیں تو چلے جائیں۔ کچھ مسلمان جن کے لئے
مکّہ کا ذرّہ ذرّہ دشمن بن چکا تھا۔ جن کو رات دن جان کا خطرہ
رہتا تھا۔ اس حکم کے بعد چار ناچار حبشہ چلے گئے۔ ان میں
خاص خاص حضرات یہ تھے۔

(۱) حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یعنی ہمارے پیغمبر
صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی (۲) ان کے شوہر ہمارے پیغمبر
صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد یعنی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ
(۳) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بڑے بھائی حضرت جعفر
رضی اللہ عنہ (جو ہمارے پیغمبر کے چچازاد بھائی تھے (۴) حضرت

عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ (ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے دودھ شریک بھائی)

ان حضرات کے علاوہ تقریباً ایک سو تیرہ بزرگ اور تھے جو دو دفعہ کر کے حبشہ تشریف لے گئے۔ پہلی دفعہ گیارہ مرد چار عورتیں۔ دوسری دفعہ تراسی مرد اٹھارہ عورتیں۔

چُپکے سے قتل کردینے کی رائے

مکہ کے کافر مسلمانوں کو ستانے سے تھکے تو نہ تھے۔ لیکن ان کو حیرت تھی کہ ہماری کوششیں ناکام ہیں۔ مسلمان دن بدن بڑھ رہے ہیں۔ ناکہ بندی، وعظوں میں شور ہر ایک راستہ پر دیکھ بھال دروازہ تک کی نگرانی کہ کوئی ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ نہ سکے۔ مسلمانوں کو طرح طرح سے ستانا یہ سب کرلیا گیا اور کر رہے ہیں۔ مگر مسلمان دن بدن زیادہ ہورہے ہیں۔ آخر کار بڑے بڑے کافر اکھٹے ہوئے۔ غور کیا، رائے ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چپکے سے شہید کرادو۔ تب ہی اس قصہ کا خاتمہ ہوگا۔

بائیکاٹ

خواجہ ابوطالب نے اُن کے تیور بھانپ لئے۔ وہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو اور خاندان کے دوسرے لوگوں کو جن کے متعلق خطرہ ہوسکتا تھا ساتھ لے کر مکہ سے نکل گئے اور ایک گھاٹی میں جس کو " شعب ابی طالب " کہا کرتے تھے جاکر پناہ لی۔

کافروں نے اس کا توڑ یہ کیا کہ ان سب کا بائیکاٹ کردیا اور آپس میں مل کر طے کرلیا کہ ان سے بات چیت، ریل میل، خرید و فروخت سب بند کردو۔ باہر سے بھی کوئی چیز ان تک پہنچنے نہ دو۔ رشتے ناتے بھی ختم کردو۔ ان سے نکاح بیاہ بھی نہ کرو۔ پھر ایک عہد نامہ لکھا گیا۔ سارے خاندانوں کے سرداروں نے اس پر دستخط کئے۔ اور وہ خانہ کعبہ کے خزانہ میں محفوظ کردیا گیا۔ عملدرآمد شروع ہوا۔ کچھ آدمی مقرر کردیئے گئے کہ وہ نگرانی رکھیں کہ کوئی خلاف تو نہیں کررہا ہے۔

اب صورت یہ ہے کہ شہر میں ہر ایک چیز بکتی ہے۔ مگر بیچنے والے کافر ہیں۔ عہد کے پابند۔ دو چار دن کی بات ہوتی تو بچی کچی یا چھپی چھپائی چیزوں سے بھی کام نکال لیتے۔ مگر

اس عہد کی تو کوئی مدت ہی نہ تھی. گویا ساری عمر کے لئے تھا بھوک، پیاس، سردی، گرمی وغیرہ کی مصیبتوں نے مسلمانوں کو کس کس طرح ستایا ہوگا؟ اندازہ سے باہر ہے، ہاں ایک چیز تھی جس پر کافروں کا بس نہ چل سکتا تھا۔ یعنی درختوں اور گھاس کی پتیاں اور جڑیں۔ بس یہی ان بے کس مسلمانوں کی غذا تھی۔

خدا کی پناہ! بے بسی کا ایک عالم ہے بڑوں کے منہ پر فاقہ سے ہوائیاں اُڑ رہی ہیں۔ بچے بھوک سے بلبلا رہے ہیں. ماؤں کا دودھ خشک ہوگیا ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ پتھر دیکھتے تو پھٹ پڑتے مگر افسوس کافروں کے دل نہ پسیجے۔

امتحان پر امتحان
ثابت قدمی کی آزمائش

ابوطالب مسلمان تو نہ ہوئے تھے. مگر ہر موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیتے تھے۔ اس موقعہ پر بھی

حضور کے ساتھ تھے۔ ایک دن کافروں نے ان سے کہا۔
"سچ تو یہ ہے آپ لوگوں کی تکلیف سے ہمارے دل بہت کڑھتے ہیں۔ مگر مجبور ہیں، آپ کے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے بُتوں کو بُرا بھلا کہتے ہیں۔ آپ ان سے کہئے کہ اگر روپے کی خواہش ہے تو ہم اپنی ساری دولت ان کے سپرد کرتے ہیں، اگر بادشاہت چاہتے ہیں تو ہم گردن جھکاتے ہیں وہ خوشی سے حکومت کریں۔ اگر عورتوں کی چاہ ہے تو ہم عرب کی خوبصورت عورتیں ان کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ صرف اتنا چاہتے ہیں کہ ہمارے بُتوں کو نہ جھٹلائیں۔ ابوطالب یہ سُنکر خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے نفس پرستوں کی باتیں سنیں تو ٹھنڈی آہ بھری اور فرمایا۔

"چچا جان۔ آپ نے میری خاطر بہت مصیبتیں جھیلیں بہت پریشان رہے آپ کا شکریہ! اب اگر آپ تھک گئے ہیں تو محمد کو چھوڑ دیں اطمینان کی زندگی بسر کریں مگر محمد اس کو نہیں چھوڑ سکتا جو اُس کے ذمہ کر دیا گیا ہے محمد جو کہتا ہے وہ محمد کی آواز نہیں خدا کا پیغام ہے۔ حکومت یا

دولت تو کیا اگر ایک ہاتھ پر سورج ایک پر چاند بھی رکھ دیں تو محمد اس مقام سے نہیں ہٹ سکتا جہاں اس کے خدا نے اس کو کھڑا کر دیا ہے۔

یاد رکھو! سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ خیر خواہی کو لوگ خود غرضی سمجھیں۔ اور دیکھو عزیزو! بادشاہت حکومت، دولت چند روزہ ہے۔ البتہ سچائی کی دولت ہمیشہ رہنے والی ہے، اچھے اخلاق کی حکومت کبھی فنا نہیں ہوتی۔

یاد رکھو! بادشاہ کی موت فنا ہی فنا ہے نبی کی موت بشارت بقا ہے۔ وہ مر کر ختم ہو جاتا ہے، یہ ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔

سچائی کا خفیہ کارنامہ

تین سال ختم ہونے لگے۔ مگر بائیکاٹ ختم نہ ہوا، دشمن بھی اپنے عہد سے اُکتا گئے۔ لیکن انہیں اپنی ہار ماننی مشکل تھی۔

ایک دن ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے چچا ابوطالب سے کہا۔ " کافروں کو بتا دیجئے کہ تمہارے عہد نامہ کے سارے حروف کیڑے چاٹ گئے۔ صرف اللہ کا نام باقی رہ گیا۔" یہ عہد نامہ خانہ کعبہ میں نہایت احتیاط سے رکھا تھا۔ کوئی اس کو دیکھ بھی نہ سکتا تھا۔ یہ حضور کا معجزہ تھا کہ آپ نے اس کے مٹ جانے کی خبر دیدی۔ ابوطالب کافروں کے پاس پہنچے۔ ان سے کہا۔ "آج ایک بات پر معاملہ طے ہے۔ اگر سچ ہے تو تم بائیکاٹ چھوڑ دینا۔ ورنہ میں محمد کا ساتھ چھوڑ دوں گا۔"

جب ابوطالب نے خبر دی کہ صادق امین صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنا ہے کہ عہد نامہ کے حروف کیڑے چاٹ گئے تو کافروں کو بے حد تعجب ہوا۔ فوراً پہنچے عہد نامہ کھولا گیا' کھول کر دیکھا تو اللہ کے نام کے سوا سارا عہد نامہ صاف تھا اور صفائی سے بتا رہا تھا کہ " عقل کے اندھو آنکھیں کھولو، سچائی کو پہچانو۔ باطل اسی طرح مٹ جائے گا۔ اللہ باقی ہے، وہ باقی رہے گا۔ اس کا نام لیوا باقی رہے گا۔ تم باطل پر عہد کرتے ہو مگر خدا کا عہد حق پر ہے۔"

دیکھو! مصیبت ختم ہونے کے لئے ہے، تم اس کی

شکایت بے بس انسان سے مت کرو۔ تم خدا کے
ہو رہو۔ خدا کی پوشیدہ تدبیر تمہاری ہو رہے گی۔

رنج و غم کا سال

رہائی سے کچھ دنوں بعد حضور کو دو صدمے پہنچے
پہلے چچا ابوطالب کا انتقال ہو گیا۔ پھر تین دن بعد حضور کی
وفادار خدا کی دوست حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال
ہو گیا۔ ان دونوں کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت
کچھ مدد پہنچتی رہتی تھی۔[1]

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا وہ خاتون تھیں اسلام پر
قربان ہونے والیں۔ جو سب سے پہلے اسلام لائیں۔ ساری
دولت اسلام اور مسلمانوں پر قربان کر کے فاقہ کشی کو

---

[1] حضرت خدیجہ رض کی تاریخ وفات ۱۰ر یا ۷ر ماہ رمضان المبارک ۱۰ بعثت
یعنی ہجرت سے تین سال پیشتر۔ جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف
پچاس سال تھی۔ (فتح الباری)

دولت سمجھا۔ خدا کی راہ میں ہر مصیبت کو ابدی راحت جانا۔

ابو طالب وہ عاشق جنہوں نے حضور کی حمایت میں ساری مصیبتیں جھیلیں۔ مکہ والے ان کا اب بھی ادب کرتے تھے۔ اور اس وجہ سے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مکہ کا رہنا ابھی ناممکن نہ ہوا تھا۔ اب وہ وقت آگیا کہ مسلمانوں کے یہ ظاہری سہارے سب ختم ہوگئے اب مکہ کے کافر کھلے بندوں من مانی تکلیفیں دینے لگے۔

حضرت خدیجہ کی وفات سے گھر کا بندھن ٹوٹ گیا۔ کنواری بچیوں کی پریشانی حضور کو اور بھی پریشان رکھتی اُدھر بے دھڑک وعظ و تبلیغ اور اس پر کافروں کی گستاخیاں اور سختیاں۔ انہی مصیبتوں میں دو سال اور گذر گئے۔ عمر شریف باون سال سے زیادہ ہوگئی۔

معراج شریف

خدا اپنے پیارے بندوں کا امتحان لیتا ہے اُن کو مصیبتوں میں مبتلا کرتا ہے۔ بڑوں کا امتحان بھی بڑا ہوتا ہے۔

سب سے بڑے نبی کا امتحان سب سے بڑا۔ مگر خدا کی رحمت مصیبت کے ساتھ چپکے چپکے دلداری بھی کرتی رہتی ہے۔ دیکھو یہ ہی مصیبتوں کے پہاڑ ہیں۔ جو ہر طرف سے آخری نبی کو گھیرے ہوئے ہیں مگر مصیبت کی ان ہی کالی کالی گھٹاؤں میں رحمت کا آفتاب چمکتا ہے۔

ایک رات فرشتوں کے سردار حضرت جبرئیل علیہ السلام آتے ہیں۔ اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو براق پر سوار کرکے آسمانوں کی سیر کراتے ہیں۔ دوزخ جنت کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ ہمارے پیغمبر تمام نبیوں کے امام بنتے ہیں۔ مقرب فرشتوں سے ملاقات کرتے ہیں۔ عرش پر جاتے ہیں۔ قدرت خدا کے جو دفتر وہاں پھیلے ہوئے ہیں ان کا معائنہ کرتے ہیں پھر اپنے حقیقی محبوب یعنی خداوند عالم سے ہم کلام ہوتے ہیں۔ یہ وہ فضیلت ہے جو آج تک دنیا میں کسی نبی یا رسول کو نصیب نہ ہوئی تھی اسی سفر میں نماز فرض ہوتی ہے۔ جو مسلمانوں کی معراج ہے۔ جس کا پڑھنے والا خدا سے باتیں کرتا ہے۔

دیکھو! بہادر رہو تو صبر کرو۔
مصیبت امتحان ہے اور صبر کامیابی کی کنجی۔
مصیبت کے وقت ثابت قدم رہو اور صرف خدا سے مدد مانگو۔
نماز مومن کی معراج ہے۔ نماز پڑھنے والا رب سے مناجات کرتا ہے۔

ہِجرت

وطن سے جُدائی

(۱)

اسلام نور ہے۔ اس کے ماسوا اندھیرا ہے۔ اندھیری ڈراؤنی ہوتی ہے۔ اس کے دامن میں ہزاروں بلائیں ہوتی ہیں۔ وہ چاہتی ہے کہ نور کو دبالے۔ مگر نور کی جھلک اس کو فنا کر ڈالتی ہے۔

کافروں کی کوششوں نے اور کفر کی اندھیریوں نے بہت چاہا کہ اسلام کے نور کو مٹادیں مگر جس دل میں

اس نور نے گھر کرلیا تھا وہ نور ہی نور ہوگیا خود چمکا اور دوسروں کو چمکایا۔

نتیجہ یہ ہوا کہ یہ ساری مصیبتیں اسلام کے پھیلاؤ کو نہ روک سکیں۔ وہ مکہ کے کناروں سے نکل کر دوسری بستیوں کو روشن کرنے لگا۔ مدینہ ۲۵۰ میل تھا اس کے گھروں میں روشنی پہنچی اور لوگ اس روشنی میں مسلمان ہونے لگے۔

مدینہ کے مسلمانوں کا شوق بڑھا اور وہ آرزو کرنے لگے کہ اس نور کے سورج اور چاند تارے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی سب مدینہ ہی میں آجائیں۔

ادھر مکہ کی تکلیفیں وہاں کے لوگوں کی اندھی چال بتارہی تھی کہ اسلام کی ترقی اسی میں ہے کہ اس نگری کو چھوڑ دیں۔

پھول، باغ سے نکل کر ہی سر چڑھتا ہے۔ بالآخر طے ہوگیا کہ مکہ چھوڑ کر مدینہ چلئے۔ وہیں جاکر بسئے۔ وہیں سے دین کی ترقی ہوگی۔

دیکھو! اسلام کو کس طرح روکا گیا۔ مگر وہ بے کسی میں کیسا بڑھا۔

دیکھو! اسلام کی ترقی کی خاطر جو کچھ رکھتے ہو قربان کردو۔ تم پھیلنے کی کوشش کرو۔ اسلام کا جھنڈا بلند کرو اور ساری دنیا پر چھا جاؤ۔

تم یہ بھی دیکھو، اسلام تلوار سے پھیلا۔ یا اخلاق سے۔ یاد رکھو، اسلام کی طاقت سچائی ہے، اصل اقتدار اخلاق کا اقتدار ہے۔ تم اچھے اخلاق اختیار کرو۔ اچھی عادتیں اپناؤ۔ دنیا تمہاری عزت کرے گی۔ مسلمانوں کی بڑائی اسی میں ہے کہ وہ اچھی باتوں اور اعلیٰ اخلاق میں سب سے بڑھے ہوتے ہوں۔

(۳)

نبوت کا تیرھواں سال ہے عمر مبارک باون سال پورے کر چکی۔ جو طے ہوا تھا اس پر عمل ہو رہا ہے۔ صحابہ کرام مکہ سے نکل کر مدینہ کو روانہ ہو رہے ہیں۔ مکہ کے کافر اس ہجرت کو اپنی موت سمجھتے ہیں۔ وہ جانے والوں کو روکتے ہیں مگر جو خدا کے لئے نکل کھڑا ہوا وہ کسی کے روکنے

سے کب رُک سکتا ہے۔ اکثر صحابہ نکل نکل کر مدینہ پہنچ چکے ہیں۔ آج کل میں حضور بھی ارادہ کر رہے ہیں، کافر پریشان ہیں کہ کیا کریں وہ یقین کئے ہوئے ہیں کہ ہماری ہر طرح کی روک تھام اور قید و بند کے باوجود اسلام کی ترقی رک نہ سکی تو مدینہ کی آزادی میں یقیناً اس کی ترقی بے پناہ ہوگی اسلام ہی کا غلبہ ہوگا اور ہماری عزت اور ریاست خاک میں مل جائے گی۔

ان حالات پر غور کرنے کے لئے کافروں کے سردار اکٹھے ہوتے ہیں۔ آخر کار طے ہوتا ہے کہ ہر ایک خاندان کا ایک ایک نوجوان رات کو ہتھیار باندھ کر آئے اور یہ سب مل کر رات کی اندھیری میں اسلام کی جڑ ہی کو کاٹ ڈالیں سچی آواز کے حلق پر چھری پھیر دیں۔ یعنی نصیب دشمناں نبی رحمت کو شہید کر ڈالیں۔ (صلی اللہ علیہ وسلم) لیکن یہ سچی آواز خدا کی آواز تھی۔ اسلام کا درخت خدا کا لگایا ہوا تھا۔ نبی امی کا حامی خود اللہ تھا۔ اس نے اپنے سچے رسول کو کافروں کے مشورہ کی خبر کر دی اور حکم دے دیا کہ آج کی رات مکہ چھوڑ کر مدینہ روانہ ہو جائیں۔

(۳۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر کو خبر کر دی وہ پہلے سے دو اونٹنیاں اور سفر کا سامان تیار کئے ہوئے تھے اور ارشاد کے منتظر تھے۔ رات کا وقت ہوا' اندھیری رات تھی کافر اپنا منصوبہ پورا کرنے کے لئے آئے۔ بارگاہِ نبوت کے چاروں طرف گھیرا ڈال لیا۔

دیکھو کیسا نازک وقت ہے دشمن قتل کے لئے تیار۔ مددگار کوئی نہیں۔ ہاں اللہ سب سے بڑا مددگار ہے رات ڈھلنے لگی۔ حضور نے حضرت علی سے فرمایا۔ "تم بستر پر لیٹ جاؤ ممکن ہے کافر جھانکیں تو انہیں اطمینان رہے کہ نبی موجود ہیں' اور تم لوگوں کی امانتیں واپس دے کر مدینہ چلے آؤ۔"

غور کرو' فداکاری یہ ہے کہ حضرت علی فوراً لیٹ گئے انہیں گھبراہٹ نہ ہوئی کہ یہ بستر آج موت کا بستر ہے۔ جس کے چاروں طرف دشمن تلواریں لئے بیٹھے ہیں۔

اللہ کا سچا رسول، اللہ کی حمایت کے سایہ میں حجرہ

سے نکلا۔ صحن میں پہنچا دروازہ پر آیا۔ باہر قدم رکھا اور سورہ "یٰس" کی تلاوت کرتا ہوا کافروں کی آنکھ میں دھول جھونکتا ہوا سامنے سے صاف نکل گیا۔ کافروں کی آنکھیں بند تھیں اور خدا کی قدرت اُن پر ٹھٹھ لگا رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اپنا ارادہ پورا کرنے کے لئے کافر اندر گھسے لیکن وہ حیران اور شرمندہ تھے کہ ان کی ساری کوشش خاک میں مل گئی جن کو شہید کرنا تھا وہ موجود نہیں جو موجود ہیں ان کو شہید کرنا طے نہیں۔

فوراً بڑے سرداروں کو اطلاع دی گئی۔ دوڑ دھوپ شروع ہوئی سارا مکہ چھان مارا کہیں پتہ نہ چلا تو عام اعلان کردیا گیا کہ جو محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کو پکڑ لائے یا اُن کا سر لائے اس کو سو اونٹ انعام میں ملیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے دولت خانہ سے نکلے سیدھے صدیق اکبر کے مکان پر پہنچے پھر مکان کے دوسرے دروازے سے دونوں بزرگ روانہ ہوکر "ثور" پہاڑ پر پہنچے ـــــ تین دن اس کے ایک غار میں چھپے رہے۔ چوتھے روز صدیق اکبر کی

دونوں اونٹنیاں پہنچیں اور یہ دونوں صاحب ایک غلام کو اور ایک راستہ بتانے والے کو ساتھ لے کر مدینہ روانہ ہو گئے۔ کافروں نے بہت دوڑ دھوپ کی۔ سب طرف تلاش کیا۔ اس غار کے منہ تک بھی پہنچے۔ پیچھے دوڑنے والوں نے بھی ایک جگہ پالیا۔ مگر خدا کی قدرت جس کی محافظ ہو اس کا بال بیکا کون کرسکتا ہے۔ نئے نئے معجزے ظاہر ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پروردگار کی حفاظت میں خیریت سے مدینہ طیبہ کے قریب قُبا مقام پر پہنچ گئے۔ جہاں مکہ سے آنے والے دوسرے مسلمان ٹھہرے ہوئے تھے۔ کچھ دنوں حضور نے وہاں قیام کیا۔ مسجد کی بنیاد ڈالی۔ پھر مدینہ کے مسلمان جتھہ بنا کر ہتھیار لگا کر آئے اور بڑی عزت اور شان سے آپ کو مدینہ لے گئے۔

دیکھو سچائی یہ ہے کہ خون کے پیاسے کافروں کی امانتیں اب بھی حضور کے پاس ہیں اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی دیانتداری یہ ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مکہ میں چھوڑ رہے ہیں تو یہ ہدایت بھی فرما رہے ہیں کہ یہ امانتیں ادا کرنے کے بعد مدینہ کے لئے روانہ ہوں۔ یہ امانتیں انہیں کافروں کی تھیں جنہوں نے آپ کو شہید کرنے کا

منصوبہ بنایا تھا اور قتل کرنے کا بندوبست کیا تھا۔ یہ یقیناً مجرم تھے مگر اس جرم میں ان کی امانتیں ضبط نہیں کی گئیں بلکہ ان کو ادا کرنے کا انتظام فرمایا گیا جرم کا بدلہ جرم سے نہیں دیا جارہا بلکہ سیر چشمی امانت داری اور اونچے اخلاق سے دیا جارہا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت یہ ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ گھربار چھوڑ چھاڑ کر حضور کے ساتھ ہو لئے۔ گھر میں جو کچھ روپیہ تھا وہ بھی ساتھ لیا بچوں کو خدا کے نام پر چھوڑا۔ لیکن تعریف یہ ہے کہ بچے بھی اس پر سو جان سے راضی تھے۔

اور دیکھو فرماں برداری اور حکم ماننا یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حکم پاتے ہی اس بستر پر سو گئے جس کے متعلق طے تھا کہ صبح سے پہلے خونِ شہادت سے رنگا جائے گا۔

بس دیکھو، تم بھی وہی سچائی پیدا کرو کہ دوست تو دوست دشمن بھی تم پر بھروسہ کریں۔ وہ محبت پیدا کرو کہ اللہ اور رسول کے سامنے سب کچھ ہیچ ہو۔

وہ فدائیت پیدا کرو کہ راہ خدا میں قربان ہو جانا
سب سے بڑی تمنا ہو۔

سوالات اور جوابات

سوال: حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے کون سے دن روانہ ہوئے تاریخ کیا تھی؟

جواب: جمعرات کے دن ۲۷ر صفر کو نبوت سے تیرھویں برس۔

سوال: غار سے کس دن روانہ ہوئے اور تاریخ کیا تھی؟

جواب: پیر کے دن یکم ربیع الاول کو۔

سوال: مدینہ پہنچنے سے پہلے قُبا میں کتنے روز قیام فرمایا اور وہاں کیا کیا؟

جواب: چودہ دن قیام فرمایا۔ ایک مسجد بنائی جس میں حضور بھی تمام مسلمانوں کے ساتھ کام کر رہے تھے یہ اسلام میں سب سے پہلی مسجد تھی۔

سوال: قبا کس تاریخ کو پہنچے تھے اور دن کیا تھا؟

جواب: ۸ ربیع الاول۔ روز دوشنبہ (پیر)
سوال: مدینہ میں کون سے دن داخلہ ہوا تاریخ کیا تھی؟
جواب: جمعہ کے دن ۲۲ ربیع الاول سنہ ۱ ہجری۔
(تنبیہ) اس کے بعد ہجری سن لکھا جائے گا
جس کا آغاز آج سے ہوا۔ اگرچہ رواج حضرت
عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہوا۔
سوال: اصل وطن چھوڑ کر دوسرے وطن میں جا رہنے کا دوسرا
نام کیا ہے؟
جواب: ہجرت
سوال: مہاجر کس کو کہتے ہیں؟
جواب: جو خدا کے لئے اپنا وطن چھوڑ کر چلا جائے۔

ہجرت کے بعد

نبیِ رحمت حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں

مدینہ کے درودیوار پر رونق ہے گھر گھر خوشی منائی جارہی ہے بچہ بچہ کی زبان پر ہے۔ مدینہ والو! مبارک! اسلام کا چاند آیا۔ خدا کا شکر، نبوت کا چاند آیا۔

ہر مسلمان کی تمنا ہے کہ اس دولت کو اپنے گھر لے جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اونٹنی چھوڑدی کہ جہاں جاکر وہ بیٹھ جائے گی میں وہیں ٹھہروں گا۔

خدا کی قدرت وہ اونٹنی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان کے پاس جاکر ٹھیری جن کا حق بھی سب سے زیادہ تھا۔ کیونکہ وہ حضور کے رشتہ دار بھی تھے۔

جہاں اونٹنی ٹھہری تھی وہیں پھر مسجد بنائی گئی۔ جس کو ہم مسجد نبوی کہتے ہیں۔

عَلٰی صَاحِبِہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ

نئی نئی مشکلیں

مدینہ منورہ کی پارٹیاں

مدینہ میں دو فرقے رہتے تھے۔ بت پرست اور یہودی۔ بت پرست زیادہ تر مسلمان ہوگئے۔ جن کو انصار کہتے ہیں۔ یہودی زیادہ تر اپنے مذہب پر باقی رہے۔ ایک تیسری جماعت اور پیدا ہوگئی جو ظاہر میں مسلمان تھی لیکن دل میں کافر ان کا نام منافق ہوا۔ مدینہ پہنچ کر یہ فائدہ ضرور ہوا کہ مسلمان کھلے بندوں ایک جگہ مل کر بیٹھنے لگے اپنی عبادتیں سب مل کر آزادی سے ادا کرنے لگے۔ لیکن مشکلوں میں کچھ کمی نہیں آئی بلکہ پہلے صرف مکہ کے کافر دشمن تھے تو اب مدینہ کے رہنے والے یہودی اور بڑھ گئے اب تک مکہ والوں سے مقابلہ تھا۔ لیکن اب عرب کی دوسری پارٹیاں بھی دشمن بن گئیں۔

اور پھر جوں جوں اسلام بڑھتا رہا دشمنوں کی تعداد بھی بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ ایک وقت وہ آیا کہ سارا

عرب اسلام کے مقابلہ پر آگیا۔

بستیوں کا انتظام

یہودیوں اور دوسرے کافروں سے نبھاؤ اور صلح کی صورتیں

مہاجر پردیسی تھے۔ انصار مدینہ کے رہنے والے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں میں بھائی چارہ کرادیا کہ فلاں مہاجر فلاں انصاری کا بھائی ہے اور ہدایت کردی کہ یہ اسلامی بھائی حقیقی بھائیوں کی طرح رہیں۔ ہر ایک دوسرے کی ہر طرح سے مدد کرتا رہے۔

انصار اور مہاجرین نے اس کو اس طرح مانا کہ خون کے رشتہ سے زیادہ اس ایمانی رشتہ کا حق ادا کیا۔ ہر موقع پر اپنی ضرورت پیچھے ڈالی بھائی کی ضرورت پہلے پوری کی۔ یہودیوں اور مشرکوں سے بھی نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح ہی پسند کی چنانچہ یہودیوں سے ایک معاہدہ ہوگیا جس کا مضمون یہ تھا۔

۱۔ ایک دوسرے کو تکلیف نہیں دے گا۔
۲۔ کوئی دوسرا گروہ اگر حملہ کرے تو ایک قوم کی طرح دونوں فرقے مل کر اس کا مقابلہ کریں گے۔
۳۔ تمام اندرونی جھگڑوں کا آخری فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کریں گے۔

اسی طرح آس پاس کی بستیوں اور قبیلوں سے بھی صلح کے معاہدے کر کے یہ بتلا دیا کہ اسلام امن اور سلامتی کا عاشق ہے۔

یاد رکھو! پڑوسیوں سے بھی رشتہ داروں کی طرح نبھاؤ کرو۔ اسلامی بھائی چارہ یہ ہے کہ بھائی کی ضرورت اور اس کے کام کو مقدم رکھو۔ پہلے بھائی پھر آپ۔

لڑائیوں کا آغاز

مکہ کے کافر اگرچہ ڈھائی سو میل تھے۔ مگر انہیں رنج اور غصہ تھا کہ اسلام ترقی کر رہا ہے۔ جو بُت پرستی

کی جڑیں اُکھاڑ دے گا۔ بتوں کی پوجا پاٹ سے ہماری عزت ہے اسلام کی ترقی ہماری عزت کو خاک میں ملادے گی۔
یہودی اگرچہ بتوں کی پوجا نہ کرتے تھے۔ مگر سود، رشوت اور مذہب کے نام پر جھوٹی جھوٹی باتوں ہی سے اُن کی ریاستیں بنی ہوئی تھیں۔

اسلام کی سچائی کو وہ اپنی بربادی کا پیغام جانتے تھے۔ اگرچہ انہوں نے صلح کرلی تھی مگر مکہ کے مہنتوں کی طرح یہودیوں کے مہنت بھی اسلام کی ترقی کو ایک آنکھ نہ دیکھ سکتے تھے۔

مکہ کے کافروں نے موقعہ اچھا دیکھا اور مدینہ کے یہودیوں سے سازباز شروع کردی اور اسی طرح آس پاس کی دوسری بستیوں کو بھی اسلام کے برخلاف بھڑکانا شروع کردیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی بھی اس سے غافل نہ تھے۔ انہوں نے ان چالبازیوں کی کاٹ شروع کردی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ باقاعدہ لڑائیاں شروع ہوگئیں۔ جن میں یہ لڑائیاں زیادہ مشہور ہیں۔ بدر، اُحد

احزاب، خیبر، فتح مکہ، مُوتہ، حُنَیْن، تبوک۔

بَدر کی لڑائی

بدر ایک گاؤں کا نام ہے جو مکہ اور مدینہ کے بیچ میں ہے اس کے قریب یہ لڑائی ہوئی۔ مسلمانوں کی کل تعداد ۳۱۳ تھی مگر کل آٹھ تلواریں تھیں، ستر اونٹ اور دو یا تین گھوڑے۔ کافر ایک ہزار کے قریب تھے۔ جن میں سے ہر ایک کے پاس پورے ہتھیار تھے اور ہر قسم کا سامان۔

یہ لڑائی مسلمانوں کے لئے بہت سخت تھی۔ لیکن جھوٹ اور سچ کا ایک آسمانی فیصلہ تھا۔

خدا نے مسلمانوں کی مدد کی ستر کافر مارے گئے۔ جن میں ان کا سردار ابوجہل بھی تھا۔ اور ستر ہی قید ہوئے۔ صرف بارہ مسلمان شہید ہوئے۔ اس آسمانی فیصلہ نے عرب کی سرزمین میں مسلمانوں کو ایک مستقل طاقت بنادیا۔

اسلام کا رحم و کرم

ضرورت تو یہ تھی کہ ان مشرکافروں کو جو قید ہوتے تھے قتل کر دیا جاتا۔ یہ اسلام کے وہی دشمن تھے جنہوں نے انتہائی بےکسی اور سخت بےبسی اور مجبوری کی حالت میں مسلمانوں پر وہ مصیبت کے پہاڑ توڑے تھے جن کی مثال سے دنیا خالی ہے بےبسوں کو مارا، شہید کیا، بائیکاٹ کیا، وطن چھڑایا۔ حضور کے ساتھ گستاخیاں کیں۔ آپ پر پتھر برسائے۔ سجدہ کی حالت میں خاص اللہ کے گھر میں سر پر اونٹ کی اوجھ لاکر رکھدی راستوں میں کانٹے بچھادیئے۔ پھر آخر میں قتل کا منصوبہ کیا بچ کر نکل آئے تو قتل یا گرفتاری پر سو اونٹ کا انعام مقرر کیا۔ وغیرہ وغیرہ۔

مگر اسلام رحمت ہے پیغمبر اسلام تمام جہانوں کے لئے خدا کی رحمت ہیں۔ آپ کا خطاب رَحْمَةٌ لِّلْعَالَمِيْن ہے۔ رحمت کا تماشہ دیکھو، نہ کسی کو قتل کیا جاتا ہے نہ غلام بنایا جاتا ہے بلکہ ان سب کی

رہائی کا فیصلہ ہوتا ہے. صرف امیروں سے کچھ معمولی سی رقم بطور فدیہ لی جاتی ہے۔ غریبوں میں سے پڑھے لکھوں کا فدیہ یہ مقرر کیا گیا کہ ایک ایک قیدی دس دس مسلمان بچوں کو پڑھنا لکھنا سکھادے اور چھوٹ جائے اور جو غریب پڑھنا لکھنا بھی نہیں جانتے تھے ان کو مفت چھوڑ دیا گیا۔

دیکھو! علمی کمالات تم بھی حاصل کرو۔ ہنر کی دولت جس کے پاس سے بھی ہو حاصل کرو خواہ وہ تمہارا قیدی ہی ہو، دوسری قوموں پر رحم واحسان سیکھو۔ اور یاد رکھو! اسلام اخلاق اور احسان سے پھیلا ہے۔

غَطفَان کا وَاقِعہ

اللہ پر بھروسہ، نبی رحمت کا رحم

مدینہ میں خبر پہنچی کہ قبیلہ محارب کا ایک شخص دُعثور نامی ۴۵۰ آدمیوں کو لے کر بے خبری میں لوٹ مار کرنے کے لئے مدینہ پر چڑھا آرہا ہے۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ ساتھیوں کو تیاری کا حکم دیا۔ تیاری کی خبر سے

دُعثور پر ایسا رعب چھایا کہ میدان چھوڑ کر پہاڑوں میں جا چھپا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساتھیوں کو ساتھ لے کر میدان میں پہنچے تو وہاں کوئی نہ تھا۔ اِدھر اُدھر تلاش کیا کوئی نہ ملا۔ دوپہر کا وقت ہوگیا۔ شاہ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے زمین پر آرام فرمانے لگے۔ تلوار درخت پر لٹکا دی آس پاس کے درختوں کے نیچے دوسرے ساتھی ہتھیار کھول کر آرام فرمانے لگے۔ دُعثور پہاڑوں سے نکل کر ایک دم سر پر آ کھڑا ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار قبضائی اور نہایت تکبر سے بولا۔

بتاؤ اب کون بچا سکتا ہے؟

حضور نے نہایت اطمینان سے جواب دیا۔ "اللہ"

خدا کا نام سچے رسول کی زبان پر کچھ ایسی شان رکھتا تھا کہ دُعثور پر ہیبت چھاگئی وہ تھر تھر کانپنے لگا۔ تلوار ہاتھ سے چھوٹ گئی حضور اٹھے اور اس کو پکڑا اور فرمایا۔ اب تجھ کو کون بچائے گا؟ دعثور کافر تھا اس کو خدا پر بھروسہ نہ تھا اس کو اپنی قوت پر بھروسہ تھا، یا ظاہری

سازوسامان پر۔ اب وہ مجبور اور ناچار تھا اپنی موت کا اس کو یقین ہوگیا۔ گھگیاتا ہوا بولا، حضور کے رحم کے سوا کون ہے جو میری جان بچائے۔

نبی رحمت کا جذبۂ رحمت جوش میں آیا اور اس کو معاف فرمادیا۔ وہ فوراً اس معجزہ اور رحم وکرم کو دیکھ کر مسلمان ہوگیا۔

کفر کی حمایت میں آیا تھا کہ اسلام کو مٹائے گا، اسلام پر مٹ کر لوٹا کہ کفر کو مٹائے گا۔

مسلمانو! اللہ پر بھروسہ کرنا سیکھو۔ تمہارا رُعب دوسروں پر پڑے گا۔
رحم وکرم سیکھو اسلام اسی سے بڑھا اور اسی سے بڑھے گا۔

اُحد

ماہ شوال سنہ ۳ھ

مدینہ کے پاس اُحد ایک پہاڑ ہے۔ بدر کی لڑائی کا بدلہ لینے کے لئے مکہ کے کافر اسی وقت سے

تیاری کر رہے تھے۔ تیسرے برس تین ہزار جوان لڑائی کا پورا سامان لے کر مدینہ پر چڑھ آئے ابوجہل کی جگہ ابوسفیان اُن کا سردار تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب خبر ہوئی تو آپ بھی مقابلہ کو نکلے۔ آپ کے ساتھ سات سو مسلمان تھے۔ عبداللہ بن اُبَی بھی اپنے تین سو آدمیوں کو لے کر ساتھ ہولیا تھا مگر ان میں زیادہ وہ تھے جو دکھاوے کے مسلمان تھے۔ دل سے کافر اور منافق تھے۔ یہاں بھی انہوں نے دھوکا کیا۔ لڑائی سے پہلے بھاگ آئے تاکہ دوسرے مسلمانوں کی ہمت ٹوٹ جائے۔

بہرحال مقابلہ کی تیاریاں ہونے لگیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دستہ کو ایک درہ پر کھڑا کر دیا۔ جو اسلامی فوج کی پشت پر تھا تاکہ کافر پیچھے سے حملہ نہ کرسکیں۔ اُن کو حکم فرمایا کہ وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹیں، مسلمانوں کو فتح ہو یا شکست۔

لڑائی شروع ہوئی مسلمانوں نے سختی سے مقابلہ کیا۔ کافروں کے پیر اُکھڑ گئے۔ میدان سے بھاگ نکلے مسلمان ان کے مال و اسباب پر قبضہ کرنے لگے۔ درہ والے مسلمانوں

نے خیال کیا کہ اب یہاں ہمارے رہنے کی ضرورت نہیں
یہ بھی وہاں سے چل دیئے۔ ان کے سردار نے بہت روکا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یاد دلایا۔ مگر ان لوگوں نے
کہا۔ جب کافر بھاگ رہے ہیں جیت کھلی ہوئی ہے اب
یہاں ٹھہرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف دس مسلمان
درہ پر رہ گئے۔ مگر دشمن تاک میں تھے انہوں نے دیکھا کہ
درہ پر چند آدمی رہ گئے ہیں موقع غنیمت سمجھا اُن کے
ایک سردار نے فوج کا ایک دستہ لے کر اس طرف سے
حملہ کر دیا جو لوگ درہ پر تھے ان کو شہید کرتے ہوئے
اچانک پیچھے سے مسلمانوں پر آپڑے۔ دوسرے کافر جو
آگے بھاگ رہے تھے وہ بھی سمٹ سمٹا کر مقابلہ پر آگئے
اب مسلمانوں پر دو طرف سے حملے ہونے لگے ان ناگہانی
حملوں سے سخت نقصان پہنچا۔ ستر صحابی شہید ہو گئے
ان میں حضور کے چچا سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ
بھی تھے۔ ابوسفیان کی بیوی ہندہ اور اس کے ساتھ کی
عورتیں جو حضرت حمزہ کی بہادری سے خار کھائے ہوئے
تھیں انہوں نے حضرت حمزہ کی لاش دیکھی تو اپنے جلے

دل کے پھپھولے پھوڑنے لگیں۔ لاش کے کان کاٹے، ناک کاٹی، سینہ مبارک چاک کیا جگر نکال کر چبایا۔ اس افراتفری میں آقائے نامدار حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی سخت زخمی ہوئے دو دندان مبارک شہید ہوئے۔ خود کی کیلیں[۱] رخسار مبارک میں گڑ گئیں لیکن مسلمان فوراً ہی سنبھلے۔ اور بھوکے شیر کی طرح جھپٹے بپھرے ہوئے شیر کی طرح حملہ کرکے ۳۳ کو جہنم رسید کیا اور یہ ثابت کر دیا کہ اگرچہ شکست ہوئی ہے پھر بھی حق کا کلمہ بلند رہے گا اسلام فنا ہونے کے لئے نہیں آیا وہ ہمیشہ باقی رہے گا۔

---

۱ آہ رسم شہادت فنا ہوگئی۔ حلوہ مانده باقی رہ گیا۔ کون ہے جو راہ حق میں دانت تڑوا کے عشق رسول کا ثبوت دے۔ وہاں حلوہ کہاں تھا۔ حضرت فاطمہؓ نے چٹائی جلاکر اس کی راکھ زخموں پر رکھی تھی تاکہ خون بند ہو جائے۔

عجیب بات یہ ہے کہ یہ واقعہ ہے شوال کا اور حلوہ کھائیں دو ماہ پہلے۔ عزیزو۔ خفانہ ہو بات سمجھو۔ غلط کو غلط کہو اور صحیح کو صحیح۔ بدعت چھوڑو سنت پر عمل کرو۔ دنیا میں سربلند ہو گے۔ اور آخرت میں سرخرو۔ اے اللہ ہم سب کو صحیح راستہ پر چلا۔

لیکن تم نے دیکھا کہ حکم رسول سے معمولی غفلت نے
کیسا نقصان پہنچایا۔ تم اگر صحیح کامیابی چاہتے ہو تو کسی
معمولی حکم سے بھی غفلت مت برتو۔
حضور کی ہر ایک سنت کامیابی کی راہ ہے۔ رسول وہ
دیکھتا ہے جو تم نہیں دیکھتے تم اپنی عقل کو حکم رسول کے
تابع کر دو۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

خندق کی لڑائی

اُحد میں اگرچہ مسلمانوں کو نقصان پہنچا۔ مگر کافروں
کی تمنا اب بھی پوری نہ ہوئی. مٹنا تو درکنار اسلام کی ترقی
میں بھی فرق نہ آیا۔

اب انہوں نے پھر تیاری شروع کر دی ابوسفیان
اور اس کے ساتھیوں نے سارے عرب کو کعبہ کے نام
پر بھڑکایا۔ یہودیوں کو بھی ساتھ ملایا اور پھر تقریباً پندرہ
ہزار کے لشکر سے مدینہ پر چڑھائی کر دی۔ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے مدینہ سے باہر نکلنا مناسب نہ سمجھا۔ حضرت
سلمان فارسی کی رائے کے موافق مدینہ کے گرداگرد خندق

(کھائی) پندرہ گز چوڑی اور تقریباً اتنی ہی گہری کھدوادی۔ اُوپر پہرہ بٹھادیا۔ دشمن اس کو پھاند نہیں سکتے تھے اندر اترتے تو مار کھاتے۔ اس طرح مدینہ محفوظ ہوگیا۔

مسلمانوں کے ساتھ حضور بھی خندق کھودنے میں مصروف رہے۔ افلاس کی وجہ سے حالت یہ تھی کہ فاقہ پر فاقے ہورہے تھے۔ اوروں کو ایک وقت کا فاقہ تھا تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دو وقت کا' سب کے پیٹوں پر ایک ایک پتھر بندھا ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شکم مبارک پر دو۔

ابوسفیان اور اُس کی فوج پندرہ روز برابر محاصرہ کئے پڑی رہی۔ مسلمان پریشان تھے محنت مزدوری کے بند ہوجانے سے فاقوں میں اور بھی اضافہ ہوگیا تھا۔ مقابلہ کے لئے ہردم تیار تھے اکّا دُکّا مقابلہ بھی ہوا۔ دو چار زخمی ہوئے دو چار کافر مارے گئے۔

آخر کار آسمانی فتح نے مسلمانوں کی مدد کی۔ کافروں کی فوج میں پھوٹ پڑگئی۔ ایک سخت آندھی چلی۔ جس سے کافروں کے خیمے اُکھڑ گئے ڈیروں میں آگ لگ گئی اور

اتنے پریشان ہوئے کہ مجبور ہوکر بھاگ گئے خدا نے مسلمانوں کو نجات بخشی۔

دیکھو، تم اگر سردار ہو تو اپنے ساتھیوں سے زیادہ
محنت برداشت کرو۔ ان کے ساتھ مل کر کام کرو۔
پہلے ان کو آرام دو۔ پھر تم آرام کرو۔ پہلے اُن کو کھلاؤ
پھر تم کھاؤ۔ راہ خدا کی مصیبتوں سے مت گھبراؤ۔
پہلے امتحان ہوتا ہے پھر کامیابی۔

خونِ بے گناہ
بیر معونہ کا واقعہ (صفر ۴ھ)
طالب علم اور رضا کار

ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے پاس ایک چبوترہ پر چھپّر ڈلوادیا تھا۔ اس کا نام صُفّہ تھا۔ وہ گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مدرسہ بھی تھا اور چھاؤنی بھی اس میں طالب علم رہتے تھے۔ مگر یہ ہی طالب علم فوجی والنٹیر اور رضاکار بھی تھے ان کو نہ وظیفہ ملتا تھا نہ کہیں

ان کا کھانا مقرر تھا۔ جب ضرورت ہوتی مزدوری کر لیتے
یا جنگل سے لکڑیاں بین لاتے اور بازار میں بیچ کر اپنی
ضرورت پوری کر لیتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں حاضر رہتے۔ قرآن شریف، وعظ و نصیحت اور اسلامی
احکام سُنکر یاد کرتے رہتے ان کو اسی واسطے قاری بھی
کہتے تھے۔ سوال کرنا ان کے لئے حرام تھا۔

یہ لوگ تبلیغ بھی کرتے تھے اور جب ضرورت
ہوتی تو حکم پاتے ہی اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے نکل کھڑے
ہوتے تھے۔ مگر نہ رسد کا کوئی سامان ہوتا تھا نہ وردی
اور نہ ہتھیاروں کا۔ وہ پیٹ پر پتھر باندھ کر مہینوں کا سفر
طے کرتے تھے اور فتح پاکر واپس ہوتے تھے۔

صفر ۴ھ میں ایک شخص آیا اس کا نام عامر
بن مالک تھا۔ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جب
اس سے اسلام لانے کی فرمائش فرمائی تو کہنے لگا اگر کچھ
صحابی نجد چلے جائیں تو وہاں بہت سے آدمی مسلمان
ہو جائیں گے میں ان کے ساتھ رہوں گا خطرہ کی کوئی
بات نہیں ہے۔ ضرورت کے بموجب عہدہ و معاہدہ

لے کر قاریوں میں سے ستر صحابہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ کر دیا۔

راستہ میں ایک جگہ قیام ہوا اس مقام کے پاس ہی ایک قبیلہ کے سردار کے نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مکتوب بھی تھا۔ حضرت حرام بن ملحان کو اس خط کو پہنچانے کے لئے بھیجا گیا۔ ان کمبختوں نے نامۂ مبارک تو پڑھا نہیں اچانک حضرت حرام پر پیچھے سے حملہ کر دیا۔ حضرت حرام بن ملحان زخمی ہو کر نیچے گرے۔ بدن مبارک سے خون کے فوارے چھوٹ رہے تھے، موت نے پَر پھیلا دیئے تھے۔ دم سینہ میں آگیا تھا مگر یہ شہیدِ وفا اپنے خدا کی رحمت پر مچل رہا تھا۔ شوق شہادت میں ایکدم پُکار اُٹھا فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ خدا کی قسم میری تمنا بر آئی۔

اس کے بعد ان کم بختوں نے آس پاس کے قبیلے والوں کو فوراً ہی اکٹھا کر لیا وہ سیکڑوں ہزاروں کی تعداد میں ان ستر صحابہ پر اچانک ٹوٹ پڑے۔ اور بے گناہوں کو ایک دم شہید کر ڈالا۔ صرف ایک آدمی کسی طرح بچ گیا۔

مگر دیکھو، اس بے بسی کی موت پر کتنی رحمتیں نازل ہوئیں۔ مرنے کے بعد خدا نے ان لوگوں کا پیغام تمام مسلمانوں کو پہنچایا کہ:

"خوش خبری ہو۔ ہمیں اپنے پروردگار کا دیدار نصیب ہوگیا۔ وہ ہم سے خوش ہوگیا ہم اُس سے"!

یاد رکھو! طالب علم وہی ہے جو رضا کار بھی ہو۔

مولوی وہی ہے جو مبلغ بھی ہو اور مجاہد بھی، صرف کونہ میں بیٹھ جانا کوئی پرہیزگاری نہیں۔

پرہیزگاری یہ ہے کہ اللہ رسول کے فرمانبردار بنو تعمیل حکم کے لئے تیار رہو۔ جان جائے تو جائے مگر تعمیل حکم میں فرق نہ آئے۔

دیکھو، ایک بات یاد رکھو!

جس دل میں شہادت کی تڑپ نہیں وہ پکا مسلمان نہیں۔

حدیبیہ کا معاہدہ
ذیقعدہ سنہ ۶ھ

پیارے وطن اور خانہ کعبہ کی زیارت کئے ہوئے پانچ

سال سے زیادہ گذر گئے تھے۔ ذیقعدہ سنہ ۶ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ کی زیارت کا ارادہ کیا تقریباً چودہ سو مسلمان حضور کے ساتھ چلے۔ مکہ کے قریب حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تو مکہ کے کافروں نے راستہ روکا۔ ہر چند سمجھایا کہ صرف زیارت کرنا چاہتے ہیں مگر وہ نہ مانے۔

لمبی چوڑی گفتگو کے بعد دس سال کے لئے ایک صلح نامہ لکھا گیا جس کی رُو سے مسلمانوں کو آئندہ سال مکہ شہر میں داخل ہوکر عمرہ[1] کرنے کا موقعہ ہاتھ آیا۔ اس صلح نامہ میں وہ تمام شرطیں مان لی گئیں، جو مکہ کے کافروں نے پیش کیں۔ مگر یہ صلح حقیقت میں اسلام کی بہت بڑی فتح تھی۔ اب تک مسلمان مکہ والوں کی وجہ سے عرب میں نہیں گھوم سکتے تھے۔ لوگ یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ اسلام کیا چیز ہے اور اس کا مقصد کیا ہے۔ اس صلح کے بعد مسلمانوں کا راستہ کھلا۔ قبیلوں میں پہنچے۔ اسلام کی تعلیمات کو بتایا۔ لوگوں نے جب

---

[1] یعنی نفلی حج

اسلام کو پہچانا اس کے عاشق ہو گئے۔ دو سال کی مدت میں تین چار ہزار سے بڑھ کر تیس پینتیس ہزار ہو گئے۔

دیکھو! کس طرح تلوار سے اسلام کو روکا گیا صلح اور امن پسندی سے کس طرح اس کو پھیلایا گیا۔

خیبر کی لڑائی

۷ھ

مدینہ کے یہودیوں نے جو صلح کی تھی اس کو ایک سال بھی نہ نباہ سکے۔ ہر موقعہ پر مسلمانوں کو دھوکا دیتے رہے اور دشمنوں کی مدد کرتے رہے۔ اُحد کی لڑائی میں عین جنگ کے وقت دھوکا دیا اور تین سو کو الگ کرکے لے آئے۔

خندق کی لڑائی میں کُھلّم کُھلّا کافروں کا ساتھ دیا اُن کا سب سے بڑا اڈّہ خیبر شہر تھا۔ حضور نے تنگ آکر ۷ھ میں ان چودہ سو مسلمانوں کو جو حُدیبیہ گئے تھے ساتھ لیا اور خیبر پر چڑھائی کر دی۔ حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ نے اس لڑائی میں بہت کام کیا۔ خدا نے مسلمانوں کو فتح

دی اور خیبر اسلامی حکومت کے ماتحت ہوگیا۔

فتح مکّہ

خدا کے گھر پر خدا کے دین کا جھنڈا

رمضان شریف ۸ھ

حدیبیہ کے موقع پر مکہ کے کافروں نے جو عہد کیا تھا اس کو دو برس بھی نہ نباہا۔ قبیلہ "خزاعہ" جو مسلمانوں کے ساتھ تھا اور اس صلح میں شریک تھا۔ مکہ والوں نے ۸ھ میں اچانک حملہ کرکے اس کو تباہ برباد کردیا۔ اور اس طرح خود اپنے ہاتھوں معاہدہ کی دھجّیاں اڑادیں۔ "خزاعہ" والے بُرے حال فریادی بن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے۔ اور مسلمانوں کے نام کی دہائی دی۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان مجبور تھے کہ اُن کی مدد کریں اور مکہ والوں کو بد عہدی کی سزادیں۔ یہ واقعہ ہجرت سے آٹھویں سال رمضان شریف میں پیش آیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اب یہی چاہا کہ قریش نے جو ظلم کیا ہے اس کی تلافی کر دیں تاکہ معاملہ رفع دفع ہو جائے۔ مگر قریش نے اکڑ اور گھمنڈ سے کام لیا تو ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو تیاری کا حکم دیا۔ فوراً دس ہزار مجاہدین تیار ہو گئے اور مکہ کی طرف کوچ شروع ہو گیا۔ اور اچانک مکہ پہنچ گئے۔

ابوسفیان (مکہ کا بڑا سردار) مقابلہ کی طاقت نہ رکھتا تھا۔ اس نے ہار مان لی۔ مکہ فتح ہو گیا۔ مسلمان فاتح بن کر مکہ میں داخل ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی پر سوار تھے۔ مگر تواضع اور عاجزی کی یہ حالت تھی کہ سر مبارک جھکتے جھکتے ہودہ کی لکڑی پر آٹکا تھا۔ جب سردار کی یہ حالت تھی تو غور کرو خدائی فوج کے فرمانبردار رضاکاروں کی کیا حالت ہو گی۔ اور اس رحمت کے لشکر پر تواضع کا کیسا سماں بندھا ہو گا۔

آج مکہ کے کافر جس قدر بھی ڈرتے تھوڑا تھا۔ جس نبی کو ستانے میں جس اسلام کے مٹانے میں ساری طاقت خرچ کر دی تھی اور جن مسلمانوں کو بیس برس برابر تڑپایا تھا

آج اُن ہی کا غلبہ تھا۔ مگر رحمت اسے کہتے ہیں کہ فتح مکہ کے بعد پہلا اعلان یہ تھا۔

"جو کچھ آج تک کیا گیا وہ سب معاف نہ اُس پر کوئی ملامت نہ اس کا کوئی بدلہ۔"

دوسرا اعلان یہ تھا:

قریش والو! باپ دادوں پر فخر کرنا، نسب اور خاندان کا غرور، زمانۂ کفر کا طریقہ تھا۔ خدا نے جاہلیت کے تکبر کو دور کر دیا ہے۔ سارے آدمی حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدم علیہ السلام مٹی سے بنے تھے۔

خدا کی رحمت چھوٹے اور بڑے سب پر برابر ہے بسنتی بادل کو نہ کھیت سے بخل ہے نہ پہاڑوں کی پتھریلی زمین سے۔ سب پر برابر برستا ہے، سمندر اور صحرا ہو یا کوہسار۔

بہت سے آدمی اب بھی مسلمان نہ ہوئے تھے۔ البتہ جو مسلمان ہونا چاہتے تھے اُن کا راستہ کھل گیا تھا، یہی اسلامی جہاد کا مقصود ہے۔

دیکھو! فتح کے موقع پر نہ اتراؤ۔ اُس خدا کے سامنے

جھکو جس نے دشمن کو شکست دی اور تم کو فتح ۔
تم بدلہ کے بجائے رحم وکرم اختیار کرو. تم نبی رحمت
کی امت ہو رحم وکرم کے پُتلے بن جاؤ سہ
در عفو لذتے ست کہ در انتقام نیست

اللہ کے گھر میں تین سو ساٹھ بُت

خانہ کعبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے.
وہاں تین سو ساٹھ بُت رکھے تھے۔ حضور نے اُن کی گندگی سے
اللہ کے گھر کو پاک کیا۔ آس پاس کے بتوں کو بھی تڑوا دیا۔
ایک شخص حضور کے سامنے پیش ہوا وہ رعب کے
مارے کانپ رہا تھا۔ حضور کا ارشاد ہوا۔ "گھبراؤ مت ، میں
بادشاہ نہیں، میں ایک قریشی عورت کا بیٹا ہوں "
حضور چند روز مکہ میں قیام فرماکر مدینہ واپس ہو گئے ،
اور مکہ کا حاکم حضرت عتّاب بن اُسید کو مقرر کیا جن کی عمر
اس وقت کل اٹھارہ برس تھی۔
دیکھو! تمہیں خدا کتنی ہی بڑائی دے۔ مگر تم سر
جھکائے رکھو۔

تمہارے دلوں کے کعبہ پر ایک اللہ کی حکومت ہو۔
طمع۔ حرص۔ دنیاوی عزت اور دولت کے بتوں کو توڑ پھینکو۔
جوانی اور لڑکپن خدا کی نعمت ہے۔ تم اس کو کھیل تماشہ میں مت ضائع کرو۔ تم اس کو راہ خدا میں صرف کرو۔
حضرت عتّاب کی طرح تھوڑی عمر میں بڑے کمال حاصل کر لو اور دین و دنیا کے سردار بن جاؤ۔

مُوتہ کی لڑائی

عیسائیوں سے جنگ کا آغاز سنہ ۹ھ

عرب کی سرحد پر شام کی طرف کچھ ریاستیں تھیں، جن کے نواب نسل سے عرب تھے۔ مگر مذہب کے عیسائی۔ کیونکہ شام کے عیسائی بادشاہ کے ماتحت تھے۔ اُن میں سے بُصریٰ ریاست کے نواب نے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر کو شہید کر ڈالا اور لڑائی کے لئے آمادہ ہو گیا۔ سفیر کو مارنا تمام دنیا کی نظر میں ناقابل معافی جرم تھا۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہہ ضروری سمجھی اور تین ہزار مسلمانوں

کی فوج تیار کر کے مقابلہ کے لئے روانہ فرمادی۔ حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ کو ان کا سردار مقرر کیا اور کوئی حادثہ پیش آجائے تو حضرت جعفر طیّار رضی اللہ عنہ کو اور پھر حضرت عبداللہ بن رواحہ کو نامزد فرمایا۔ روانگی کے وقت خاص طور پر ہدایت فرمائی۔

"سادھو، عورت، بچہ اور بوڑھے کو قتل نہ کیا جائے۔ درختوں کو اور باغوں کو نہ کاٹا جائے۔"

اسلامی لشکر وہاں پہنچا تو دشمنوں کی تعداد تقریباً ایک لاکھ تھی۔ مقابلہ ہوا۔ تینوں سردار یکے بعد دیگرے شہید ہوگئے۔ تب حضرت خالد رضی اللہ عنہ آگے بڑھے۔ جھنڈا سنبھال لیا اور کامیابی کے ساتھ سارے مسلمانوں کو نکال لائے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جس پھرتی اور بے جگری سے بہادری کے جوہر دکھائے، اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ اس روز دشمنوں کو مارتے مارتے نو تلواریں آپ کے ہاتھ میں ٹوٹ گئی تھیں۔ اور اس سے بھی بڑا کمال یہ ہے کہ تقریباً ایک لاکھ کے نرغہ میں مسلمان صرف بارہ شہید ہوئے اور عیسائی بے شمار موت کے گھاٹ

اُترے۔ اسی کارگزاری پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو دربارِ نبوت سے سیف اللہ کا خطاب ملا۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حقیقی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دس سال بڑے تھے۔ آپ کی بہادری اور فداکاری کی شان یہ تھی کہ داہنا بازو کٹ گیا تو جھنڈا بائیں ہاتھ سے سنبھال لیا پھر بایاں بازو بھی کٹ کر گر گیا تو جھنڈا سینہ سے چمٹا لیا۔ گرنے نہیں دیا۔ یہاں تک کہ بے شمار زخم کھاکر شہید ہوئے۔ یہ بھی کمال تھا کہ سب زخم سامنے آئے پشت کی طرف کوئی زخم نہیں تھا۔

اب سنو! اللہ تعالیٰ نے ان کا درجہ اپنے یہاں کتنا بڑھایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے جعفر کو جبرئیل و میکائیل کے ساتھ اُڑتے دیکھا ہے۔ خدا نے ان کو دو بازو عنایت فرمادیئے ہیں۔ وہ جنت میں جہاں چاہتے ہیں اُڑ جاتے ہیں۔ اسی لئے دربارِ نبوت سے اُن کو طیّار کا خطاب ملا۔ یعنی اُڑنے والے۔

دیکھو! راہِ خدا میں مرنا سیکھو! حضرت خالد کی طرح فیلڈ مارشل بنو۔ اور حضرت جعفر کی طرح زندہ جاوید۔ رضی اللہ عنہما

نظم

کفر ہے مذہب میں تیرے عشرتِ دنیائے دوں
وقف ہونا چاہیئے حق کے لئے مسلم کا خوں

پھول ہے واللہ جبر وظلم کا اک اک شرار
موت کیا ہے زندگی کا ایک جامِ خوشگوار

تجھ کو ہر باطل کی قوت سے اُلجھنا چاہیئے
موت کے کانٹوں کو فرشِ گُل سمجھنا چاہیئے

دیکھ ہو جائے نہ رسوا عظمتِ دینِ متیں
غیر کے در پر نہ جھک جائے کہیں تیری جبیں

درس قربانی کا جوشِ جُراَتِ خالد سے لے
وقت ہے پھر موت کے دریا میں گھوڑے ڈالدے

اے خدا! دے زورِ بازو خالد و حیدر ہمیں
پھر اُلٹنا ہے صفِ کفر و درِ خیبر ہمیں

تبوک کی لڑائی

عیسائیوں سے دوسری جنگ

افلاس، تنگ دستی اور مسلمانوں کے حوصلے

جمادی الثانیہ ۹ھ میں خبر پہنچی کہ عرب کی اسی سرحد پر جس طرف موتہ کی لڑائی ہوئی تھی کئی لاکھ عیسائی اکٹھے ہوگئے ہیں اور حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو تیاری کا حکم دے دیا تاکہ دشمن کو سرحد ہی پر روک دیں۔ اکتوبر کا مہینہ تھا اس مہینہ میں عرب میں گرمی سخت ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ قحط کا دور دورہ، کھیتیاں تیار مسلمانوں کے ہاتھ خالی، دور کے سفر میں کھیتیاں برباد۔

مگر جوں ہی سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جہاد کا اعلان ہوا۔ راہ خدا میں قربان ہونے والے سچے مسلمانوں نے کمریں باندھ لیں۔ آئندہ فائدوں کی امیدوں کو ٹھکرادیا۔ گرمی اور تنگ دستی کی ساری مصیبتوں سے بے پروا

ہوکرراہ خدامیں نکل کھڑے ہوئے۔ یہ ہے مسلمان کی شان!
اسی طرح چندہ دینے میں نہ گنجائش کا خیال کیا نہ حیثیت کا، خوب دل کھول کر چندہ پیش کیا۔
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اٹھے اور جو کچھ گھر میں تھا حضور کے قدموں پر لاکر ڈال دیا۔ حضور نے دریافت فرمایا۔ "بچوں کے لئے کیا چھوڑا۔" حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ "اللہ کافی ہے۔"
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جو کچھ تھا اُس کا آدھا حضور کی خدمت میں پیش کردیا۔
حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دس ہزار دینار، تین سو اونٹ اور اُن کا سامان پیش کیا۔
تیس ہزار کا ایک لشکر تیار ہوگیا مگر کچھ مسلمان ایسے بھی تھے جن کا سامان نہ ہوسکا۔ لیکن جب لشکر روانہ ہوا تو فداکاروں کی یہ جماعت اپنی بےلبسی پر رو رہی تھی۔
جب لشکر اسلام اس علاقہ میں پہنچا تو وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ چند روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرف قیام فرمایا۔ آس پاس کی کچھ ریاستوں نے معاہدہ کرلیا

الا حضور صلی اللہ علیہ وسلم خیریت سے مدینہ واپس تشریف لے آئے۔

دیکھو! خدمت اسلام کے وہ جذبات پیدا کرو کہ
نہ مصیبتیں اُن کو مردہ کرسکیں اور نہ طمع ان کو ٹھنڈا کرسکے
مال و دولت اولاد اقربا سب ہیچ ہوں جو کچھ تمہارے
سامنے ہو وہ اللہ اور اس کا رسول ہو۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

حج اسلام
ذی الحجہ سنہ ۹ھ

گذشتہ سال مکہ فتح ہو چکا اسلام کا کعبہ مسلمانوں کو مل چکا جس کی طرف رخ کر کے وہ نماز پڑھتے تھے۔ اس سے پہلے عقل کے اندھوں نے اس کو بُت خانہ بنا رکھا تھا۔ اب وہ بتوں کی گندگی سے پاک ہو چکا ہے۔ اس سال اسلامی احکام کے موافق حج ہو گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہیں لے جائیں گے۔ آپ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو قائم مقام بنایا اور تین سو صحابہ کے ساتھ حج کرانے کے لئے

روانہ فرمادیا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی حکم پاکر اُن کے ساتھ جا ملے۔ مکہ پہنچ کر اعلان کیا گیا۔

"آئندہ کوئی مشرک مسجد حرام میں نہ آسکے گا
نہ ننگے بدن کوئی طواف کرسکے گا۔"

خانہ کعبہ کیا ہے خانہ کعبہ ایک کمرہ ہے تقریباً ۱۵ گز لمبا پندرہ گز چوڑا اور تقریباً اتنا ہی بلند ہے۔ اس کے گرداگرد جو احاطہ ہے اس کو مسجد حرام کہتے ہیں اور مکہ اس شہر کا نام ہے جس میں یہ خانہ کعبہ اور یہ مسجد حرام ہے۔

سفرِ آخرت کی تیاری

سنہ ۱۰ھ

بڑے بڑے معرکے سر ہوچکے۔ اگرچہ اطمینان اب بھی نصیب نہیں ہوا۔ مگر خدا کے فضل سے مسلمان ایک مستقل حکومت کے مالک ہوگئے۔ عربی قبیلوں کے اسلام لانے کا سلسلہ صلح حدیبیہ کے بعد سے شروع ہوگیا تھا۔ مکہ فتح ہونے کے بعد تو اور بھی زیادہ اسلام کا چرچا ہوگیا۔ اب

اسلام کی مہک سے سارا عرب معطر ہوچکا ہے۔ ہر طرف سے عربوں کی ٹولیاں آرہی ہیں۔ اور اسلام کی دولت سے مالا مال ہوکر جارہی ہیں۔

لیکن اسلام کی کامیابی اور دن دونی ترقی دیکھ کر تاڑنے والی نگاہیں تاڑ رہی ہیں کہ اب روح محمدی (قربان ہوں آپ پر ہمارے ماں باپ اور ہماری جانیں) دنیا میں زیادہ رہنا پسند نہ کرے گی کیونکہ تشریف لانے کا جو مقصود تھا وہ پورا ہوچکا۔

سچے دین کی تعلیم مکمل ہوگئی۔ دلوں کی زمین میں اسلام کا باغ لگ کر پھل لانے لگا۔ اسلام کا ایک مرکز قائم ہوگیا خدا کا نور محفوظ ہوگیا۔ جو ہزاروں آندھیوں سے بھی نہیں بجھ سکتا۔ یعنی نبوت اور رسالت کا جو مقصود تھا وہ پورا ہوگیا۔

جوں جوں اسلام کی ترقی ہورہی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خشوع خضوع، یاد الٰہی زیادہ بڑھتا جارہا ہے۔ عمر کا تقاضا ہے کہ آرام فرمائیں۔ مگر سردار انبیاء کو آرام سے کیا واسطہ؟ (صلی اللہ علیہ وسلم) یاد خدا میں راتوں کھڑے رہنے

سے پائے مبارک پھٹنے لگتے ہیں۔ پنڈلیوں پر ورم آجاتا ہے۔ صوم وصال یعنی دو دو تین تین دن بلا افطار کئے روزہ رکھنا امت کے واسطے منع ہے۔ مگر آخری رسول کی خاص عبادت ہے آپ کے لئے جائز ہے۔ اور آپ ایسے روزے رکھتے رہتے ہیں۔

اگرچہ عمر ایسی زیادہ نہیں۔ مگر لگاتار پریشانیوں اور بے آرامیوں کے سبب سے کمزوری بہت زیادہ بڑھ گئی آرام نہ ملنے کا اثر اب بدن مبارک پر پڑنے لگا۔ سجدہ میں پہنچنا اور اُٹھنا مشکل ہوگیا۔ تہجد کی لمبی لمبی رکعتیں اب بھی پڑھتے مگر اکثر ایسا ہوتا کہ بیٹھ کر پڑھتے۔

تم اگر عاشق رسول ہو تو محبوب کی ادا سیکھو۔ جوں جوں بڑھو خدا کی یاد زیادہ کرو۔ جوانی میں بڑھاپے کے لئے توشہ لے لو۔

حج وداع

یعنی رخصتی حج

ذوالحجہ سنہ ۱۰ھ

خدا کے سارے حکم پہنچا دیئے گئے۔ ان پر عمل کرادیا گیا صرف ایک فرض باقی رہ گیا۔ یعنی حج بیت اللہ۔ اس پر عمل کرانا باقی ہے۔ ہجرت کے دسویں سال ذی قعدہ کے شروع میں عرب میں حج کا اعلان کرادیا گیا۔ سب طرف سے مسلمان جوق جوق آنے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سواری ۲۶ ذیقعدہ کو مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئی۔ شمع رسالت کے گرداگرد ہزاروں پروانوں کا ہجوم ہے۔ باقی پروانے آتے جاتے ہیں اور راستہ میں ملتے جاتے ہیں۔

یہ ایمان اور اسلام کے شہسواروں کا نورانی قافلہ ہے۔ جس کے سرپر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم جیسے مشفق آقا کی رحمت و شفقت کا سایہ ہے یہ قافلہ اپنی خوش قسمتی پر اٹھلاتا ہوا چل رہا ہے۔

ذی الحجہ سنلہ کی چوتھی تاریخ ہے۔ رحمت کالشکر بلد حرام میں داخل ہورہا ہے۔ مکہ کی زمین پاک قدموں کی برکت لے رہی ہے اللہ کا گھر استقبال میں کھڑا ہے۔ کم وبیش سوالاکھ صحابہ کا مجمع ہے۔

قواعد حج کے موافق ۹ر ذی الحجہ کو مقام عرفات پر سب حضرات پہنچتے ہیں۔ گویا نور کا میلہ لگتا ہے۔ نورانی بزرگوں کا بادشاہ اپنی اونٹنی پر ایک تقریر فرماتا ہے۔ اس کا ایک ایک فقرہ دنیا کے لئے ترقی اور ہدایت کا سبق ہے۔ چند جملوں کا ترجمہ یہ ہے۔

اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر۔ خدائے واحد کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ پورا کیا اپنے بندہ کو کامیاب کیا۔

تن تنہا تمام ٹولیوں کو پسپا کردیا وہی تعریف کا مستحق ہے۔ ہم اسی کی تعریف کرتے ہیں۔ اسی سے مدد چاہتے ہیں۔ اسی سے مغفرت مانگتے ہیں۔ اور گواہی دیتے ہیں کہ اس اکیلے معبود کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اس کا بندہ اور پیغامبر ہے۔

لوگو! میں تمہیں خوف خدا کی وصیت کرتا ہوں۔

دیکھو! صرف چار چیزیں ہیں۔ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔ کسی کی ناحق جان نہ لو۔ زنا نہ کرو۔ چوری نہ کرو۔ اے لوگو میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی نئی امت نہیں۔

کیا تم سنتے نہیں، لوگو سنو! اپنے پروردگار کی عبادت کرو۔ پانچوں نمازیں پڑھو۔ رمضان کے روزے رکھو۔ زکوٰۃ ادا کرو۔ جس کو تم اپنا امیر بناؤ اس کی فرمانبرداری کرو اور اپنے رب کی جنت میں خوش خوش داخل ہو جاؤ۔

لوگو میری سنو! سنو شاید تم اس کے بعد مجھے نہ دیکھو گے۔

اے لوگو! اپنی عورتوں پر تمہارا حق ہے اور اُن کا تم پر۔ تمہارا حق عورتوں پر یہ ہے کہ وہ تمہاری آبرو کی حفاظت کریں۔ کوئی بدکاری عمل میں نہ لائیں۔ عورتوں کا حق تم پر یہ ہے کہ خوش دلی سے کھانا کپڑا دو۔ عورت اپنے گھر سے شوہر کی اجازت کے بغیر کچھ خرچ نہ کرے۔"

دیکھو! عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ وہ خدا کی بندیاں ہیں۔ خدا نے تم کو ان پر بڑائی دی ہے۔ عورتوں کے معاملہ میں خوف خدا سے کام لو۔

اے لوگو! سنو، جہاد فی سبیل اللہ میں ایک شام یا

ایک صبح چلنا بھی دنیا اور دنیا کی سب دولتوں سے بڑھ کر ہے۔
اے لوگو! میری سنو اور زندگی پاؤ۔ خبردار ظلم نہ کرنا، خبردار ظلم نہ کرنا، خبردار ظلم نہ کرنا۔ کسی شخص کا بھی مال بغیر اس کی رضامندی کے لے لینا روا نہیں۔"

مسلمانو! خبردار، خبردار میرے بعد گمراہ اور کافر مت ہو جانا کہ آپس میں گردنیں مارتے پھرو۔

میری سنو اور خوب سمجھو، یاد رکھو! ہر مسلمان ہر مسلمان کا بھائی ہے اور سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی۔ دیکھو، آپس میں ظلم مت کرو، کسی کی آبرو مت گراؤ۔

میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ جن کے ہوتے ہوئے تم کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ بشرطیکہ اُنہیں مضبوطی سے پکڑے رہو۔ وہ کیا ہیں؟ اللہ کی کتاب اور اُس کے نبی کی سنّت۔

"اے لوگو! بتاؤ، میں نے خدا کے احکام پہنچا دیئے، جب تم سے میری بابت سوال ہوگا۔ تو کیا کہو گے"؟

سب نے جواب دیا۔" ہم گواہی دیں گے آپ نے اللہ کا پیغام پوری طرح پہنچا دیا۔ امانت ادا کر دی۔ نصیحت میں کوتاہی نہیں کی۔"

اس پر آپ نے فرمایا۔" خدایا گواہ رہ۔ خدایا گواہ رہ، خدایا گواہ رہ۔" پھر صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا۔" دیکھو، جو یہاں موجود ہیں، وہ سب باتیں اُن کو پہنچا دیں جو یہاں نہیں ہیں۔"

اسی موقع پر خدا کی طرف سے دین کے مکمل ہونے کی تصدیق بھی نازل ہوگئی۔ یعنی خدا کا فرمان نازل ہوا جس کا مطلب یہ ہے۔

"آج تمہارا دین مکمل ہوگیا۔ تم پر خدا کی نعمت پوری ہوگئی۔ تمہارے دین سے خدائے تعالیٰ راضی ہوگیا۔"

صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمْ

آفتابِ اسلام مغرب میں

خدا کا دین مکمل ہوگیا۔ انسانوں نے بہت کچھ گردنیں موڑیں۔ آخر کار سارے عرب کی گردنیں ایک خدا کے سامنے جھک گئیں۔ اسلام کی پاکیزگی دلوں میں رچ گئی۔ خدا پرستی کا رنگ سب پر چھا گیا۔ کفر، شرک اور معصیت سے نفرت ہوگئی۔ نبی کا کام مکمل ہوگیا تو اب پیغام رخصت کا انتظار تھا۔

۲۷ صفر ۱۱ھ کو سر مبارک میں درد شروع ہوا، بخار ہوا، تیز ہوگیا۔ بے چینی بڑھ گئی۔ کمزوری زیادہ ہوگئی۔ نماز کے لئے جانا بھی دوبھر ہوگیا۔ سہارے کے بغیر چلا نہ جاتا۔ رفتہ رفتہ یہ طاقت بھی نہ رہی۔ سترہ نمازیں گھر ہی میں ادا کیں۔

اسی دوران میں فرمایا۔

"تم سے پہلے قومیں گزر چکیں ہیں جو نبیوں اور نیک لوگوں کی قبروں کو سجدہ کرتی تھیں۔ خدا کی ان پر لعنت ہوئی تم ایسا نہ کرنا۔"

۱۲ ربیع الاول پیر کی صبح کو کسی قدر سہولت ہوئی۔ حجرہ کا پردہ اٹھایا، مسجد میں جماعت ہو رہی تھی۔ چہرہ انور پر نمازیوں کی نظر پڑی۔ گویا قرآن مقدس کا نورانی صفحہ تھا۔

آپ نے پردہ چھوڑ دیا۔ پھر آہستہ آہستہ مسجد میں تشریف لائے۔ جماعت میں شریک ہوئے۔ صدیق اکبر امام تھے۔ ان کے پیچھے بیٹھ کر آپ نے نماز ادا کی۔ یہ آخری تشریف آوری تھی۔[1]

مگر افسوس یہ شکل آرام کی نہ تھی۔ یہ ایک آخری

---

[1] فتح القدیر شیخ ابن ہمام

سنبھالا تھا۔ دوپہر کے وقت تکلیف بڑھی۔ پیاس کا غلبہ ہوا۔
مسواک فرمائی۔ امت کو آخری پیغام پہنچایا۔

اَلصَّلٰوۃُ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ

نماز، نماز۔ لونڈیوں اور غلاموں کے حقوق۔

پھر روح نے خالق کی طرف رُخ کیا۔ محبوب حقیقی
کو یاد کیا۔ اور اَللّٰھُمَّ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی[1] پکارتے ہوئے
عالم بالا کی طرف رُخصت ہوگئی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط

صحابہ حواس باختہ ہو گئے۔ مدینہ میں تہلکہ مچ گیا۔ در و دیوار
پر اُداسی چھاگئی۔ تخت نبوت ہمیشہ کے لئے خالی ہوگیا۔ فرشتوں
نے ماتم کیا۔ غیبی آوازوں نے تعزیت کی۔

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

تم مقدس زندگی کے حالات پڑھ چکے۔ اب ان کو
سامنے رکھو اور دل سے کہو۔

---

[1] اے اللہ رفیق اعلیٰ کی رفاقت عطا فرما۔ یعنی اس رحلت کو اپنے تقرب کا ذریعہ بنا۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔
اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

اور پھر تہ دل سے پڑھو۔

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمْ

"خداوندا ہمیشہ ہمیشہ صلوٰۃ وسلام نازل فرما اپنے محبوب پر جو ساری مخلوقات میں سب سے بہتر ہیں"

شاید اب آپ کا یہ سوال ہوگا کہ اس مقدس رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کن عقائد کی تعلیم فرمائی اس کا جواب چار صفحوں کے بعد دوسرے حصہ میں آپ کو ملے گا۔
اس وقت ان تمام باتوں کا جو بیان کی گئی ہیں خلاصہ یاد کر لیجئے۔

وَاللّٰهُ الْمُعِیْنُ

خلاصہ:

تاریخ وار سیرتِ مقدسہ

ولادت باسعادت ۹ ربیع الاول دوشنبہ مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء بوقت صبح۔

والد ماجد عبداللہ بن عبدالمطلب ابن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب۔ کل ۲۴ سال عمر پائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے دو ماہ پہلے مدینہ میں وفات پائی۔ جبکہ شام سے واپس ہوتے ہوئے چند روز کے لئے اپنی نانیہال میں ٹھیر گئے تھے۔

والدہ ماجدہ آمنہ بنت وہب بن عبدمناف۔ مدینہ سے واپسی پر مقام ابوا میں انتقال ہوا جبکہ اس دریتیم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر چھ سال تھی۔

رضاعی والدہ چند روز ثوبیہ نے دودھ پلایا جو ابوجہل کی باندی تھیں پھر حضرت حلیمہ سعدیہ کو یہ شرف حاصل ہوا۔

مدت شیرخوارگی دو سال۔

ماما ام ایمن رضی اللہ عنہا۔

سرپرست والدہ کی وفات کے بعد دو سال تک اپنے دادا خواجہ عبدالمطلب کی تربیت میں رہے۔ ان کے بعد خواجہ ابوطالب نے سرپرستی کی۔

کسب معاش تقریباً آٹھ نو سال کی عمر تھی کہ مزدوری پر بکریاں چرانی شروع کیں۔ بارہ سال کی عمر میں چچا ابوطالب کے ساتھ تجارت کے لئے شام کا سفر کیا جب عمر مبارک تقریباً ۲۴ سال تھی تو حضرت خدیجہ کے ایجنٹ کی حیثیت سے شام کا تجارتی سفر کیا۔ حضرت خدیجہ کے غلام میسرہ آپ کے ساتھ تھے۔

نکاح جب عمر مبارک ۲۵ سال ہوئی تو حضرت خدیجہ سے نکاح کیا۔ حضرت خدیجہ بیوہ تھیں ان کی عمر ۴۰ سال تھی اور ان کے اولاد بھی تھی۔

اولاد چھ بچے حضرت خدیجہ سے ہوئے قاسم و طاہر جو بچپن ہی میں وفات پا گئے زینب، کلثوم، رقیہ اور فاطمہ یہ چار صاحبزادیاں

بڑی ہوئیں۔ جوان ہو کر شادی بیاہ کے بعد ان کی وفات ہوئی۔ ایک لڑکا ابراہیم نام حضرت ماریہ قبطیہ سے ہوا جو بچپن ہی میں وفات پاگیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت صرف ایک صاحبزادی حضرت فاطمہ زہراء زندہ تھیں۔ ان کے دو صاحبزادوں حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کا سلسلہ چلا۔

نبوّت سے کچھ پہلے حراء پہاڑ کے ایک غار میں تنہا رہنا شروع کردیا وہیں خدا کی یاد کرتے رہتے۔

نبوّت جب عمر شریف چاند کے حساب سے چالیس سال ہوئی تو ۹ ربیع الاول مطابق ۱۲ فروری ۶۱۰ء پیر کے دن آپ کو نبوت عطا ہوئی۔

سب سے پہلے مسلمان آزاد مردوں میں حضرت ابوبکرؓ آزاد عورتوں میں حضرت خدیجہؓ، بچوں میں حضرت علیؓ، غلاموں میں حضرت زید بن حارثؓ باندیوں میں حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہم

ہجرت حبشہ پہلی مرتبہ نبوت سے پانچویں سال گیارہ مرد اور پانچ عورتوں نے، دوسری مرتبہ نبوت سے ساتویں سال ۸۳ مرد اور ۱۸ عورتوں نے مکہ معظمہ چھوڑ کر حبشہ میں پناہ لی۔

بائیکاٹ نبوت سے ساتویں سال کفار قریش نے آپ سے بائیکاٹ کیا اس عرصہ میں آپ اور آپ کے ساتھی شعب ابی طالب میں پناہ گزیں رہے۔ تین سال تک یہ مقاطعہ جاری رہا۔

بائیکاٹ کا خاتمہ جب عمر مبارک ۵۰ سال تھی اور نبوت کا دسواں سال تھا۔ اسی سال حضرت خدیجہ اور خواجہ ابوطالب کی وفات ہوئی۔

معراج شریف اسی سال (یعنی ۱۰ سنہ نبوی) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی جس میں عرش و کرسی کی سیر کرائی گئی اور دیدار خداوندی اور شرف ہم کلامی نصیب ہوا۔

سفر طائف نبوت سے گیارہویں سال، جب عمر مبارک ۵۱ سال تھی

مدینہ طیبہ میں اسلام نبوت سے تقریباً نویں سال (۹ سنہ نبوی) میں مدینہ طیبہ کے ایک یا دو آدمی حج

کے موقعہ پر اسلام سے مشرف ہوئے۔ اگلے سال چھ پھر اگلے سال بارہ آدمی مشرف ہوئے اور انھوں نے خاص بیعت کی۔ اس کو بیعت عقبہ اولیٰ کہا جاتا ہے۔ ان حضرات کی تبلیغ سے اسلام مدینہ میں پھیل گیا یہاں تک کہ اس سال حج کے موقع پر ۷۳ مسلمانوں نے بیعت کی جس کو بیعت عقبہ اخریٰ کہا جاتا ہے۔

ہجرت

جب عمر مبارک ۵۳ سال ہوگئی نبوت ملے ہوئے ۱۳ برس گذر گئے آپ نے مکہ معظمہ کی رہائش چھوڑ کر مدینہ طیبہ کو وطن بنایا ۲۶، ۲۷ صفر مطابق ۹، ۱۰ ستمبر ۶۲۲ء جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب میں آپ اپنے دولتکدہ سے روانہ ہوئے۔ تین دن غار ثور میں قیام فرمایا۔ یکم ربیع الاول ۱۳ ستمبر ۶۲۲ء دوشنبہ کے دن غار ثور سے روانہ ہوئے۔ تین روز بعد ۴ ربیع الاول ۱۶ ستمبر ۶۲۲ء جمعرات کے روز قبا میں رونق افروز ہوئے۔ یہاں ایک مسجد تعمیر کرائی مسلمانوں کے عام جلسے میں تقریر فرمائی۔

سفر ہجرت کے ساتھی

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ جاں نثار ساتھی کی حیثیت سے آپ کے غلام عامر بن فہیرہ خادم کی حیثیت سے اور عبداللہ بن اریقط راستہ بتانے والے کی حیثیت سے۔

مدینہ طیبہ میں قیام اور مسجد

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے یہاں قیام رہا اور اسی کے قریب وہ مسجد بنوائی گئی جس کو مسجد نبوی کہا جاتا ہے (صلی اللہ علی صاحبہ وسلم)

مواخاۃ اور معاہدہ

ہجرت کے پہلے سال یعنی جیسے ہی آپ مدینہ طیبہ میں پہنچے (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے مہاجر اور انصاری صاحبان میں بھائی چارہ قائم کیا حضرات انصار نے مہاجر بھائیوں کو اپنی جائیدادوں میں بھی شریک مان لیا۔ مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں سے صلح اور امن سے رہنے کا معاہدہ کیا۔

غزوہ بدر

۱۲ رمضان ۲ھ ۸ مارچ ۶۲۴ء پنجشنبہ کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے، ۱۷ رمضان کی شب کو موضع بدر پہنچے۔ اگلے دن یعنی ۱۷ رمضان ۲ھ ۱۳ مارچ ۶۲۴ء کو حق و باطل کا یہ فیصلہ کن معرکہ ہوا۔

مجاہدین، کل تین سو تیرہ، تلواریں کل آٹھ، اونٹ ستر، گھوڑے دو یا تین۔ دشمن کی تعداد ایک ہزار مسلح۔

نتیجہ جنگ

مسلمان بارہ شہید دشمن ستر مقتول، ستر اسیر۔ اسلام کی دھاک بیٹھ گئی۔

غطفان کا واقعہ | سنہ ۳ھ

غزوۂ احد | ۷ر شوال سنہ ۳ھ ۲۳ر مارچ سنہ ۶۲۵ء جمعہ یا شنبہ

دونوں فریق کی تعداد | مسلمان ۷۰۰
اور نتیجۂ جنگ | دشمن تین ہزار
مسلمانوں کو شکست ہوئی ستر صحابہ شہید ہوئے۔

بیر معونہ کا واقعہ | صفر سنہ ۴ھ جولائی سنہ ۶۲۵ء

خندق کی لڑائی (غزوۂ احزاب) | ذی قعدہ سنہ ۵ھ مارچ سنہ ۶۲۷ء

حدیبیہ کا معاہدہ (صلحنامہ) | ذی قعدہ سنہ ۶ھ مارچ سنہ ۶۲۸ء

جنگ خیبر | ذی الحجہ سنہ ۶ھ یا اوائل محرم سنہ ۷ھ اپریل سنہ ۶۲۸ء

غزوہ موتہ | جمادی الاول سنہ ۸ھ اگست سنہ ۶۲۹ء مسلمان
تین ہزار۔ عیسائی تقریباً ایک لاکھ تین مسلمان جرنیل یکے بعد دیگرے شہید ہوئے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جھنڈا سنبھالا اور مجاہدین کو صحیح و سالم دشمنوں کے نرغے سے نکال لائے صرف بارہ مسلمان شہید ہوئے اور دشمن کثیر تعداد میں مارے گئے۔

فتح مکہ | ۱۰ر رمضان المبارک سنہ ۸ھ جنوری سنہ ۶۳۰ء چہار شنبہ کے روز عصر کے بعد مدینہ طیبہ سے روانگی ۱۹ر رمضان المبارک کو حدود مکہ میں نزول۔ ۲۰ر رمضان المبارک مطابق ۱۲ر جنوری سنہ ۶۳۰ء کو مکہ معظمہ میں فاتحانہ داخلہ

غزوۂ تبوک | ۶ر رجب سنہ ۹ھ ۳۰ر اکتوبر سنہ ۶۳۰ء کو مدینہ طیبہ سے روانگی۔
مجاہدین کی تعداد تیس ہزار

حج اسلام | ذی الحجہ سنہ ۹ھ مارچ سنہ ۶۳۱ء حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
امیر حج اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مشرکین کے لئے چار مہینے کی مہلت کا اعلان کیا۔

حج وداع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حج | مدینہ طیبہ سے روانگی ۲۹ر ذی قعدہ سنہ ۱۰ھ
۲۴ر فروری سنہ ۶۳۲ء ۴ر ذی الحجہ بروز اتوار مکہ میں پہنچے۔

مرض الوفات | ۲۷ر صفر سنہ ۱۱ھ ۲۴ر مئی سنہ ۶۳۲ء کو سر
مبارک میں درد شروع ہوا جس سے مرض الوفات کا آغاز ہوا۔

وفات | ۱۲ر ربیع الاول سنہ ۱۱ھ ۸ر جون سنہ ۶۳۲ء دوشنبہ

دُوسرا حِصّہ

اِسلامی عقائد اور احکام

ہمارے پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی آپ پڑھ چکے۔ اب وہ باتیں سمجھو اور یاد رکھو جن کی تعلیم آپ نے دی اور جن کو سکھانے اور بتانے کے لئے آپ کو رسول بنا کر بھیجا گیا تھا۔

یہ عجیب بات ہے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری تعلیم کا خلاصہ ان دو لفظوں میں آجاتا ہے۔

۱۔۔۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ

۲۔۔۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ

کلمہ طیّبہ

ان دونوں لفظوں کو ملا کر پڑھو۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ

اس کو کلمہ طیبہ کہتے ہیں اور اس کو کلمۂ اسلام بھی کہتے ہیں کیونکہ اسلام کا مدار انہیں دو لفظوں کے ماننے پر ہے۔

معنی اور مطلب

کلمہ طیبہ کے معنی یہ ہیں۔
نہیں کوئی معبود سوار اللہ کے۔
محمد رسول ہیں اللہ کے۔
مطلب یہ ہے کہ صرف اللہ ہی کی ایک ذات ایسی ہے جس کی عبادت اور پوجا ہونی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس کی پوجا کی جاسکے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول اور پیغمبر ہیں۔

تفسیر

اب کلمہ طیبہ کی تفسیر سمجھو۔
اس تفسیر سے یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ اسلام کی تمام تعلیم کا خلاصہ اور نچوڑ ان دو لفظوں میں کیسے آگیا۔ یہ تفسیر سوال اور جواب کے انداز میں پیش کی جارہی ہے، کیونکہ اس طرح سمجھنے میں آسانی رہے گی۔

سوال: اِلٰہ کے معنی بتاؤ۔
جواب: اِلٰہ کے معنی ہیں معبود۔ یعنی جس کی پوجا کی جائے۔
سوال: اَللّٰہ کون ہے؟
جواب: اَللّٰہ نام ہے اُس ذات کا جو اس کا مستحق ہے کہ اس کی پوجا کی جائے جس کو خدا بھی کہتے ہیں۔

جس نے ہم کو، ہمارے ماں باپ، اولاد، جائیداد، گائے بیل، چھوٹے بڑے تمام جانداروں کو پیدا کیا۔ زمین پیدا کی۔ آسمان بنایا اس کو تاروں سے سجایا۔

جس کے حکم سے آفتاب نکلتا اور چھپتا ہے۔ چاند گھٹتا بڑھتا ہے۔ ہوائیں چلتی ہیں۔ بارش برستی ہے غلہ پیدا ہوتا ہے۔ جو سب کو پالتا ہے۔ روزی دیتا ہے۔ مارتا ہے۔ جلاتا ہے۔ جس نے رنگ برنگ کے پھول پیدا کئے ان میں قسم قسم کی خوشبو رکھی۔ پھلوں میں طرح طرح کے مزے رکھے۔ بھانت بھانت کی پتیاں بنائیں۔ ہر ایک چیز کو الگ الگ صورت دی۔ انسان کو عقل اور سمجھ دی۔ علم دیا۔ بڑی ہے اُس کی قدرت۔ پاک ہے اُس کی ذات۔ نہیں کوئی معبود اس کے سوا۔

اللہ کے متعلق عقیدے

سوال: خدا کے متعلق مسلمانوں کو کیا اعتقاد رکھنا چاہیئے۔

جواب: مسلمانوں کو اعتقاد رکھنا چاہیئے کہ:۔

(۱) خدا ایک ہے۔

(۲) صرف خدا ہی بندگی اور پوجا کے لائق ہے۔ اس کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں۔

(۳) اس کا کوئی شریک نہیں کوئی ساجھی نہیں، کوئی اس کے برابر نہیں۔

(۴) وہ ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا۔

(۵) وہ خود سے ہے کسی نے اس کو پیدا نہیں کیا، اس کے سوا جو کچھ ہے وہ اس کا پیدا کیا ہوا ہے۔

(۶) نہ اس کے ماں باپ ہیں نہ بیٹا بیٹی نہ رشتہ دار نہ مددگار۔ وہ ایک حکم سے جو کچھ چاہتا ہے کر دیتا ہے۔

(۷) وہ تمام عیبوں سے پاک ہے۔

(۸) تمام خوبیاں اصل اس کی ہی ہیں دنیا بھر میں جو کچھ خوبیاں ہیں وہ اس کی ہی دی ہوئی ہیں۔

(۹) اس کو ایک ایک ذرہ کی خبر ہے۔ زمین یا آسمان کی کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں۔

(۱۰) وہ بڑی طاقت اور قدرت والا ہے۔

(۱۱) وہی مارتا ہے وہی جلاتا ہے۔ وہی تمام مخلوق کو روزی دیتا ہے۔ یعنی سب کچھ اسی کے حکم سے ہوتا ہے۔

(۱۲) اس کی حقیقت کو کوئی نہیں سمجھ سکتا کیوں کہ اس کی شان بہت بلند ہے۔ ہماری عقل گویا ایک ذرہ ہے ذرہ صرف یہی پہچان سکتا ہے کہ میری چمک دمک آفتاب کا صدقہ ہے مگر وہ کیا جانے کہ آفتاب کیا ہے۔

(۱۳) ہماری آنکھ آفتاب پر نہیں ٹھہر سکتی اگر کسی کا نور آفتاب سے بھی ہزاروں لاکھوں بلکہ بے شمار درجہ زیادہ ہو تو اس کو ہم کیسے دیکھ سکتے ہیں۔ یہی مثال خدا کے نور کی سمجھو۔ پس وہ ظاہر ہے مگر ہماری آنکھوں کو تاب نہیں کہ اس کو دیکھ سکیں۔ لہذا وہ ظاہر ہوتے ہوئے باطن ہے۔ یعنی پوشیدہ ہے مگر یہ پوشیدگی کسی گاڑھے پردہ کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کے بے انتہا نور کی وجہ سے ہے وہ زمین و آسمان کا نور ہے اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا۔ کسی نے خوب کہا ؎

بے حجابی یہ کہ ہر ذرہ سے ہے جلوہ آشکار
اُس پہ گھونگھٹ یہ کہ صورت آج تک نادیدہ ہے

(۱۴) اس کا کوئی کنارہ نہیں [1]

---

[1] لہذا کرسی یا عرش پر بیٹھنا۔ منتقل ہونا۔ چلنا پھرنا، ان سب سے اُس کی ذات پاک ہے۔

(۱۵) اس کو کوئی جگہ گھیرے ہوتے نہیں، نہ گھیر سکتی ہے۔
(۱۶) وہ ہر جگہ ہے۔ زمین آسمان اور تمام مخلوق اس کے احاطہ میں ہے۔
(۱۷) نہ وہ کسی چیز کے مشابہ نہ کوئی چیز اس کے مشابہ۔
(۱۸) کیونکہ ہر چیز کا اول اور آخر ہے۔ اس کا نہ اول ہے نہ آخر۔ ہر چیز کسی ایک سمت میں ہے اور وہ سب طرف، سب جگہ ہے۔ ہر چیز محتاج، وہ ہر حاجت سے پاک، ہر چیز پیدا کی ہوئی، اور وہ پیدا کرنے والا۔ وہ خود سے ہے، کسی نے اس کو پیدا نہیں کیا۔
(۱۹) کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا، کھڑا ہونا، لیٹنا، سونا، جاگنا، لانبا چوڑا ہونا، چلنا، پھرنا، اترنا، چڑھنا، موٹا پتلا ہونا، حرکت کرنا، تھکنا، بیمار ہونا وغیرہ وغیرہ وہ ان تمام مادی جھگڑوں سے پاک ہے کیونکہ یہ سب مخلوق محتاج کے جھگڑے ہیں۔ وہ نہ مخلوق ہے نہ محتاج ہے۔

سوال: تو پھر خدا کے عرش پر ہونے کا کیا مطلب اور خانہ کعبہ کو خدا کا گھر کیوں کہتے ہیں؟

جواب: مطلب یہ ہے کہ یہ چیزیں خدا سے خاص تعلق رکھتی ہیں،

جیسے مسجد کو خدا کا گھر کہتے ہیں۔ مگر کیا خدا اس میں اُٹھتا بیٹھتا ہے یا اس میں رہتا ہے۔

(۲۰) سُننا، کلام کرنا، دیکھنا، جاننا اس کی صفتیں ہیں، مگر چونکہ وہ محتاج نہیں لہٰذا اس کو کان زبان آنکھ وغیرہ کسی آلہ یا عضو کی ضرورت نہیں۔

وہ ایک، اُس کی ذات ایک۔ اُس کی شان نرالی، اُس کی صفتیں انوکھی، اُس کی حقیقت عقل کی پرواز سے بالا، اُس کی قدرت احاطہ سے باہر، اُس کی طاقت بے پناہ، اُس کی ہستی بے کنارہ۔

وہ وہی ہے وہی جانتا ہے کہ کیا ہے؟ کوئی نہیں جانتا کہ کیا ہے۔ اتنا سب جانتے ہیں کہ ہے۔ کوئی عقل کا اندھا عیش کے وقت بھول جاتا ہے مگر مصیبت کے وقت اُس کا دل گواہی دیتا ہے کہ ہے اور وہی ہے مصیبتوں کا دُور کرنے والا۔ فریادی کی فریاد سننے والا، وہی ہے اور صرف وہی ہے، سب کچھ کرنے والا، مارنے جلانے والا۔ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ تنہا ہے۔ اس کا کوئی ساجھی نہیں۔ ملک اسی کا ہے۔ تعریف اور شکر کا وہی مستحق ہے۔ وہی جلاتا ہے اور مارتا ہے۔ بھلائی اسی کے قبضہ میں ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔

نبی یا رسول

سوال: نبی یا رسول کس کو کہتے ہیں؟

جواب: نبی یا رسول خدا کا وہ پاک بندہ ہے جس کو خدا نے دنیا میں بھیجا ہو تاکہ بندوں کو سچا مذہب سکھائے۔ سیدھی راہ سمجھائے۔ بری باتوں سے روکے اچھی باتیں بتائے۔

سوال: نبی یا رسول کی شان کیا ہے؟

جواب: وہ خدا کے سچے ماننے والے ہوتے ہیں۔ نہ کبھی اُس کا شریک مانتے ہیں۔ نہ کفر کرتے ہیں نہ خدا کا کبھی انکار کرتے ہیں۔ وہ سب سے زیادہ سچے ہوتے ہیں۔ سب سے زیادہ نیک رحم دل' مہربان' مخلوق کے خیرخواہ۔ خدا کے حکم پر راضی رہنے والے' مصیبتوں پر صبر کرنے والے۔

گناہ نہیں کرتے، جھوٹ نہیں بولتے، دھوکا نہیں دیتے، دنیا کا کوئی خوف یا کوئی لالچ ان کو اپنے کام سے نہیں روک سکتا، وہ کسی سچے نبی کی توہین یا بے ادبی کبھی نہیں کرتے، خدا کے حکم پورے پورے پہنچا دیتے ہیں نہ کمی زیادتی کرتے ہیں نہ کوئی حکم چھپاتے ہیں۔

عالی خاندان ہوتے ہیں۔ عالی حسب، عالی ہمت، وہ خدا کے حکم سے ایسی چیزیں دکھاتے ہیں جو خدا کے سوا کسی کے قابو کی نہیں ہوتیں۔ تمام دنیا ان سے عاجز ہو جاتی ہے۔ وہ نہ جادو ہوتا ہے نہ شعبدہ بلکہ خدا کا حکم ہوتا ہے جو نبی یا رسول کے ذریعہ ظاہر ہوتا ہے۔ ایسی چیزوں کو معجزہ کہتے ہیں۔

سوال: معجزہ کیوں دکھایا جاتا ہے؟

جواب: تاکہ لوگوں کو یقین ہو جائے کہ یہ واقعی خدا ہی کا بھیجا ہوا ہے اور جو اسلام لا چکے ہیں ان کے ایمان میں تازگی اور یقین میں زیادتی پیدا ہو۔

سوال: نبی یا رسول خود ہو جاتا ہے یا خدا کے بنانے سے۔

جواب: خدا کے بنانے سے (یعنی یہ مرتبہ صرف خدا کی دین اور اُس کی بخشش ہے) آدمی کی کوشش اور ارادہ اس مرتبہ

پر نہیں پہنچا سکتا۔

سوال: کچھ نبیوں کے نام بتاؤ۔

جواب: آدم علیہ السلام۔ نوح علیہ السلام۔ ابراہیم علیہ السلام۔
یعقوب علیہ السلام۔ اسحاق علیہ السلام۔ اسمٰعیل علیہ السلام۔
یوسف علیہ السلام۔ موسٰی علیہ السلام۔ عیسیٰ علیہ السلام۔
محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم۔

سوال: کیا نبی یہ ہی ہیں یا اور بھی ہیں اور وہ کتنے ہیں؟

جواب: ان کے سوا اور بھی نبی ہوئے۔ مگر ان سب کی تعداد
اللہ ہی جانتا ہے۔ ہمیں معلوم نہیں۔ بے شک ایمان
لانا سب پر واجب اور فرض ہے۔

سوال: سب سے پہلے نبی کون ہیں اور سب سے آخری نبی کون؟

جواب: سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور سب سے
آخر ہمارے نبی اور رسول، جن کا نام نامی ہے احمد اور
محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ قربان ہوں آپ پر ہمارے ماں
باپ اور ہماری جانیں۔

سوال: سب سے افضل اور سب سے بڑھے ہوئے رسول
کون ہیں؟

جواب: ہمارے سردار اور آقا ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم
رات دن خدا کی بے تعداد مہربانیاں ہوں آپ پر۔

سوال: ہمارے پیغمبر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے کا مطلب
کیا ہے؟

جواب: یہ یقین کرلینا کہ آپ خدا کے بھیجے ہوئے پیغمبر ہیں۔
ساری مخلوق سے افضل ہیں۔ آپ کے تمام حکم صحیح ہیں
آپ کی ساری تعلیم سچ اور درست ہے ہماری عقل اُس
کو سمجھ سکے یا نہ سمجھ سکے۔

سوال: کیا حضور کے بعد کوئی اور نبی بھی آئے گا؟

جواب: ہرگز نہیں۔

سوال: کیوں؟

جواب: اس لئے کہ مکمل دین اور مکمل کتاب کے محفوظ ہوتے ہوئے
نبی کی کوئی ضرورت نہیں۔

چنانچہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر خدا نے نبوت کا خاتمہ
کر دیا۔ اسی لئے آپ کا خطاب خاتم النبین ہے اور آپ کا
لایا ہوا پیغام ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محفوظ ہے۔

سوال: اچھا! تبلیغ و اصلاح کے لئے تو کسی نبی کو آنا چاہیئے۔

جواب: اس کے لئے علماء ربانی کافی ہیں۔ یعنی اللہ والے باعمل مولوی۔
اور جب معاذاللہ بڑے دجّال کا فتنہ ہوگا جب کہ اصلاح
اور دین کی حفاظت علماء کے بس میں نہ رہے گی تو کوئی
نیا نبی اس وقت بھی پیدا نہ ہوگا بلکہ وہی عیسٰی علیہ السلام
جو خدا کی قدرت سے بے باپ کے محض حضرت مریم
علیہا السلام کے بطن سے پیدا ہوئے تھے اور جو آسمان
پر اٹھا لئے گئے ہیں اور ابھی تک زندہ ہیں دنیا میں
آسمان سے اتارے جائیں گے۔ دجال کو قتل کریں گے۔
خدا کے دین کو غلبہ ہوگا۔ یہودی اور عیسائی تباہ
ہو جائیں گے۔

سوال: اس زمانہ میں اگر کوئی کہے کہ میں نبی ہوں، تو اس کے
متعلق کیا حکم ہے؟

جواب: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایسا شخص کافر
ہے۔ دجّال ہے۔

کلمۂ طیّبہ کی تفسیر کا خلاصہ

اللہ اور رسول کا مطلب تم سمجھ گئے ان کے متعلق جو
عقیدے رکھنے چاہئیں وہ تم نے پڑھ لئے۔ اب خلاصہ

مطلب یہ ہے کہ صرف اللہ کی ایک ذات ہے جس کی عبادت کرنی چاہیئے اور وہ تمام باتیں ماننی چاہئیں جن کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے کیونکہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسی لئے رسول بنا کر بھیجا کہ اللہ کے حکم بندوں کو پہنچائیں اور وہ باتیں اور عقیدے منوائیں جن کو مانے بغیر ایمان صحیح نہیں ہوتا۔

سوال: اور باتیں کیا ہیں جن کا ماننا ضروری ہے جن کے مانے بغیر ایمان صحیح نہیں ہوتا۔

جواب: جس طرح یہ ماننا ضروری ہے کہ اللہ نے جتنے نبی بھیجے وہ سب سچے ہیں اور اللہ کے پاک بندے ہیں ایسے ہی یہ بھی ماننا ضروری ہے کہ ان نبیوں کو اپنے اپنے زمانہ میں جو کتابیں خدا کی طرف سے دی گئیں وہ برحق ہیں۔ اسی طرح فرشتوں پر، تقدیر پر، مرنے کے بعد زندہ ہونے پر، قیامت پر اور قیامت کے دن حساب کتاب پر، جنت اور دوزخ پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ اور ان تمام احکام کا ماننا اور ان پر عمل کرنا ضروری ہے۔ جو قرآن شریف میں بیان فرمائے گئے ہیں۔ ہمارے

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کی تعلیم دی ہے۔

خدا کی کتابیں

سوال: جو کتابیں خدا کی طرف سے نبیوں کو دی گئی ہیں وہ کون سی کتابیں ہیں۔

جواب: یہ چار کتابیں مشہور ہیں۔

زبور: حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل کی گئی۔

توراۃ: حضرت موسیٰ علیہ السلام پر۔

انجیل: حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر۔

قرآن: ہمارے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر۔

سوال: کیا یہ ہی چار کتابیں خدا کی طرف سے اتری ہیں یا اور بھی؟

جواب: بڑی کتابیں خدا کی طرف سے یہ ہی اتری ہیں۔ ان کے علاوہ چھوٹی چھوٹی کتابیں خدا کی طرف سے اور بھی اُتریں جن کو صحیفے کہا جاتا ہے۔ مگر اُن کا نام و نشان بھی اب نہیں رہا۔

سوال: جو کتابیں اللہ کی طرف سے آئیں وہ اسی طرح ہیں یا اُن میں لوگوں نے تبدیلیاں کردیں۔

جواب: قرآن پاک کے سوا اور سب میں تبدیلیاں کردیں۔ اصل

کتابوں کا پتہ بھی نہ رہا۔ ہر کتاب کا ترجمہ در ترجمہ رہ گیا۔
اس میں بھی کچھ کا کچھ ہوتا رہتا ہے۔

سوال: قرآن شریف کو اور کتابوں پر کیا فضیلت ہے؟

جواب: بہت سی فضیلتیں ہیں۔ مثلاً

۱۔ قرآن شریف جس طرح نازل ہوا تھا وہ بعینہ اسی طرح آج تک محفوظ ہے۔ اس میں کہیں ایک شوشہ اور ایک نقطہ کا بھی فرق نہیں آیا۔

۲۔ ہر زمانہ میں لاکھوں انسان اس کے حافظ رہے ہیں۔ اس طرح ہر زمانہ ہر دور اور ہر وقت لاکھوں انسانوں کے سینوں میں نہ صرف قرآن شریف بلکہ اس کے لہجے اور تلاوت کرنے کے طریقے بھی محفوظ رہے ہیں۔ لاکھوں قاری ہر زمانہ میں رہے ہیں جو ہر لفظ اور ہر حرف کی آواز اور اس کی نوک پلک درست کرتے رہے ہیں۔

۳۔ اس کی چھوٹی سی چھوٹی سورت بھی معجزہ ہے۔ یعنی اس جیسی پیاری، بامعنی، فصیح اور بلیغ سورت نہ آج تک کوئی بنا سکا ہے نہ قیامت تک کوئی بنا سکے گا۔

۴۔ اچھی باتوں کی تعلیم میں وہ سب سے اعلیٰ اور سب سے کامل و مکمل ہے۔

فرشتے

سوال: فرشتے کیا ہیں ؟

جواب: فرشتے خدا کی پیدا کی ہوئی ایک نورانی مخلوق ہیں جو نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں۔ اللہ کی یاد ہی ان کی غذا ہے۔ نور سے پیدا ہوئے۔ نہ مرد ہیں نہ عورت۔ ہمیں نظر نہیں آتے[1] خدا کی نافرمانی اور گناہ نہیں کرسکتے۔ جن کاموں پر خدا نے مقرر فرمادیا اُنہی پر لگے رہتے ہیں۔

سوال : ان کے کام کیا کیا ہیں جن میں وہ لگے رہتے ہیں۔

جواب: مثلاً:

۱۔ خدا کے حکموں کا بندوں تک پہنچانا۔

۲۔ دنیا کے جن کاموں پر اللہ نے مقرر فرمادیا ہے، ان کو انجام دینا۔

۳۔ خدا کی یاد کرنا۔

---

[1] کیونکہ ہماری نظر مادی اور کثیف چیزوں کے دیکھنے کی عادی ہے۔

سوال: اُن کی گنتی کتنی ہے؟
جواب: بہت زیادہ۔ اس کو خدا ہی خوب جانتا ہے۔ ہمیں نہیں معلوم۔

تقدیر

سوال: تقدیر کسے کہتے ہیں؟
جواب: ہر بات اور ہر اچھی اور بُری چیز کے لئے خدائے تعالیٰ کے علم میں ایک اندازہ مقرر ہے اور ہر چیز کے پیدا کرنے سے پہلے خدائے تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے۔ خدائے تعالیٰ کے اس علم اور اندازہ کو تقدیر کہتے ہیں۔ کوئی اچھی یا بُری بات خدائے تعالیٰ کے اندازہ سے باہر نہیں۔

صحابہ کرام کے متعلق ضروری عقیدے

صاحب کے معنی ساتھی۔ بہت سے ساتھیوں کو صحابہ کہتے ہیں۔ اصحاب اور صَحَبْ بھی بولتے ہیں۔
کریم کے معنی بزرگ۔ شریف۔ بہت سے بزرگوں کے لئے کِرَام کا لفظ آتا ہے۔ صحابی وہ مسلمان جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ کی صحبت میسر آئی ہو۔

عورت ہوتو اس کو صحابیہ کہتے ہیں۔

ایسے صاحب ایمان کو بھی صحابی مانا جاتا ہے جس کو صرف ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں دیدار نصیب ہوگیا ہو۔ وہ بڑا بوڑھا ہو یا جوان ہو یا بچہ ہو۔

جن علماء نے چھان بین کرکے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ (رَضِیَ اللہُ عَنْہُمْ) کے حالات لکھے ہیں انہوں نے صاف طور پر تسلیم کیا ہے کہ جس خوش نصیب کو ایمان کی دولت میسر آجاتی تھی وہ ایک ہی نظر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا شیدائی اور ایسا فدائی بن جاتا تھا کہ پھر آل و اولاد اور مال و دولت تو کیا اپنی جان کی بھی اس کو پروا نہیں رہتی تھی۔ وہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک قدموں پر اپنی جان قربان کردینے کو سب سے بڑی آرزو اور سب سے بڑی کامیابی سمجھتا تھا۔

ایمان کی فضیلت کا مدار اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق و محبّت پر ہے۔ عشق و محبت کی یہ دولت جس کے دامن میں زیادہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول کے ہر حکم کو ذوق و شوق سے انجام دیتا ہے۔ جو محبوب

کی ہر ادا کا عاشق اور ہر سنت کا پابند ہے۔ وہ امت میں سب سے افضل ہے۔

قرآن پاک کی آیتوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے ثابت ہوتا ہے کہ عشق مولیٰ اور حبّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت سب سے زیادہ صحابہ کرام کو حاصل تھی لہذا ماننا پڑتا ہے کہ صحابہ کرام ہی پوری امت میں سب سے افضل اور سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے مقرب اور برگزیدہ ہیں، یہی اہل سنت والجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے۔

صحابہ کرامؓ کی خصوصیات

قرآن پاک کی آیتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ:۔

۱۔ صحابہ کرام کی فطرت اور اُن کی طبیعتیں انبیاء علیہم السلام کے بعد تمام انسانوں میں سب سے بہتر تھیں۔

۲۔ اُن کی فطرت تقویٰ اور پرہیزگاری کے لئے سب سے زیادہ موزوں تھی۔

۳۔ اُن کے دل ایمان سے آراستہ تھے۔

۴۔ اُن کو روحانی سکون اور ایمانی تازگی حاصل تھی۔

۵۔ اُن کے آپس میں اتفاق تھا۔ اُن کے دل جُڑے ہوئے تھے۔ اور ایک دوسرے کی محبت میں سرشار تھے۔
۶۔ وہ سب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے مددگار تھے۔
۷۔ وہ سب اللہ اور اس کے رسول کے عاشق تھے۔
۸۔ وہ سب "راشد" تھے یعنی اُن کا مسلک صحیح اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے منشا کے مطابق تھا۔ دوسرے الفاظ میں یہ کہو کہ وہ سب "عادل" تھے۔
۹۔ وہ تمام اُمّت میں سب سے بہتر تھے۔
۱۰۔ وہ سچائی، نیکی، خدا پرستی، تقویٰ، طہارت اور اخلاق حمیدہ کا ایسا ہی نمونہ تھے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمونہ تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نمونہ تھے کہ صحابہ کرام اس نمونہ سے سبق حاصل کریں اور صحابہ کرام نمونہ ہیں کہ پوری انسانیت اُن سے سبق حاصل کرے۔
۱۱۔ قرآن پاک کی انہیں شہادتوں کی روشنی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے ساتھی آسمان کے تاروں کی طرح ہیں۔ تم جس کی راہ اختیار کرلوگے،

نجات کا راستہ پالو گے۔

مراتب جس طرحِ اللہ تعالیٰ کے کلامِ پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام پوری امت میں سب سے افضل تھے، ایسے ہی یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے آپس میں کچھ درجے تھے۔ مثلاً:

صحابہ کرام میں مہاجرین اور انصار کا مرتبہ باقی سب صحابہ سے افضل ہے۔

مہاجرین اور انصار میں اہلِ حُدیبیہ جن کو بیعت رضوان والے بھی کہا جاتا ہے۔ ان کا مرتبہ سب سے بڑھا ہوا تھا۔

اہلِ حُدیبیہ میں اُن کا مرتبہ سب سے زیادہ تھا جو غزوہ بدر میں شریک تھے۔

اہلِ بدر میں اُن دس کا مرتبہ سب سے افضل تھا، جن کو دنیا ہی میں جنّت کی بشارت دے دی گئی تھی۔ جو "عشرہ مبشّرہ" کہلاتے ہیں، جن کے اسماءِ گرامی یہ ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد بن وقاص، حضرت سعید بن زید، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت ابو عبیدہ بن الجراح، رضی اللہ عنہم۔

اِن دس میں وہ چار افضل تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یکے بعد دیگرے خلیفہ اور جانشین بنائے گئے یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ۔

ان چار میں پہلے دو کا درجہ افضل تھا جن کو "شیخین" بھی کہا جاتا ہے۔

پھر ان دو میں سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا درجہ افضل تھا جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پوری امت میں سب سے افضل مانا جاتا ہے۔

اِن کی فضیلت کیسی تھی

ان خلفاء کرام کی فضیلت خلافت کی وجہ سے نہیں ہوئی۔ یہ خلیفہ نہ ہوتے تب بھی یہ چاروں ساری امت میں

افضل تھے کیونکہ ان کی فضیلت قرآن شریف کی آیات اور احادیث کی بنا پر ہے جو خلافت سے بہت پہلے ثابت ہو چکی تھی۔

صحابہ کرامؓ پر اعتراض

کسی صحابی پر کوئی بھی ایسا اعتراض درست نہیں ہے جس سے اُن کی شان میں فرق آتا ہو۔ یا بے ادبی ہوتی ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک مشہور ارشاد کا ترجمہ یہ ہے اس کو خوب سمجھ لو اور یاد رکھو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

میرے ساتھیوں کے بارے میں خدا سے ڈرو، میرے ساتھیوں کے معاملہ میں خدا سے ڈرو۔ میرے بعد ان کو اعتراضات کا نشانہ نہ بنالینا۔

صحابہ سے محبّت

اسی ارشاد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جو میرے ساتھیوں سے محبت کرتا ہے تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ اس کو دراصل مجھ سے محبت ہے اور

جب مجھ سے محبت ہے تو اس کو میرے دوستوں اور ساتھیوں سے بھی محبت ہے اور جو شخص میرے ساتھیوں سے (معاذاللہ) بغض رکھتا ہے تو درحقیقت اس کو مجھ سے بغض ہے اور جب مجھ سے بغض ہے تو وہ میرے ساتھیوں سے بھی بغض رکھتا ہے۔ (معاذاللہ)

سیّدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

سیّدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی صحابی ہیں لہذا اُن کی شان میں بھی ایسی بات درست نہیں ہے جس سے اُن کی توہین ہوتی ہو۔

اور واقعہ یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا جو جھگڑا حضرت علی رضی اللہ عنہ یا اُن کے صاحبزادوں سے ہوا' وہ آپس کے بغض یا نفرت کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ ایمان داری سے ان کی رایوں میں اختلاف اور نکتہ نظر میں فرق تھا۔

البتہ یہ مانا جاتا ہے کہ اس اختلاف میں سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی رائے درست تھی۔ اور

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سوچنے کے ڈھنگ (اجتہاد) میں غلطی تھی۔

آپس کے جھگڑے

ان دونوں بزرگوں کے علاوہ جو اور اختلاف صحابہ کرام میں ہوئے وہ بھی نظریہ اور سوچنے کے ڈھنگ میں کسی قدر فرق کی وجہ سے تھے یعنی اجتہاد میں فرق تھا اور کچھ جھگڑے غلط فہمی کی بنا پر ہوئے ایسے معاملوں میں یہ ہوا کہ جیسے ہی غلط فہمی دور ہوگئی، جھگڑا ختم ہوگیا۔

عقیدہ کا مدار

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان جن جھگڑوں کا ذکر کیا جاتا ہے وہ تاریخی روایتیں ہیں ان میں بہت سی غلطیاں ہوسکتی ہیں۔ اسی بنا پر تاریخی روایتوں پر عقیدہ کا مدار نہیں ہوتا۔ عقیدہ کا مدار پختہ اور پکی بات پر ہوتا ہے۔ سب سے زیادہ پختہ قرآن پاک کی آیتیں ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

ارشادات۔

پس صحابہ کرام کی جو فضیلتیں قرآن پاک اور حدیثوں سے ثابت ہوتی ہیں انہیں پر اعتقاد رکھنا ضروری ہوگا۔ اُن کے مقابلہ میں تاریخی باتوں کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

فرائض اور احکام

سوال: اسلام کے کچھ فرائض اور احکام بیان کرو۔

جواب: سب سے پہلا فرض نماز۔

پانچوں وقت جماعت سے ادا کرو۔

دوسرا فرض رمضان شریف کے روزے۔

تیسرا فرض زکوٰۃ۔ یعنی اگر کم سے کم ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا تمہارے پاس سال بھر رہ جائے تو اس کا چالیسواں حصّہ غریبوں اور مسکینوں پر خرچ کردینا۔

چوتھا فرض مقدور ہو تو حج بیت اللہ۔

پانچواں فرض وقت پر جہاد۔

ضروری باتیں

تم خود عمل کرو۔ دوسروں سے عمل کراؤ۔ اچھی باتیں پھیلاؤ۔ خود علم حاصل کرو اور جو کچھ تم جانتے ہو دوسروں کو بتاؤ۔ اپنی قوم اور اپنے ملک کو غیروں کے قبضہ سے آزاد رکھو۔ سب انسان ایک ماں باپ کی اولاد ہیں۔ کالے ہوں یا گورے۔ غریب ہوں یا امیر۔

سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ ماں باپ کی فرماں برداری، جنت کا صدر دروازہ ہے۔ ان کی نافرمانی سب سے بڑا گناہ ہے۔ جس کا بُرا انجام دُنیا میں انسان کے آگے آئے گا۔ اور آخرت میں بھی اس کی سزا بھگتنی پڑے گی۔ جو رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرے گا، خدا اس سے اچھا سلوک کرے گا، بدسلوک سے خدا بھی بُرا سلوک کرے گا۔ اگر رشتہ دار بدسلوکی کرے، تو تم اچھا سلوک کرو۔ پڑوسیوں پر شفقت کرو۔ ان کے ساتھ

درگذر سے کام لو۔ اُن کی جو باتیں خلاف مزاج ہوں، ان کو برداشت کرو۔ سمجھانا ہو تو نرمی سے سمجھاؤ۔

سب سے اچھا وہ ہے جس سے لوگوں کو زیادہ نفع پہنچے۔ غریبوں، بےکسوں، یتیموں سے پوری ہمدردی کرو۔ دشمنوں سے ایسا سلوک کرو کہ وہ تمہارے دوست بن جائیں۔ غیرمسلموں سے ایسے اخلاق برتو کہ وہ گرویدۂ اسلام ہو جائیں۔ تمام جان داروں پر رحم کرو۔ تم زمین والوں پر رحم کرو۔ تم پر آسمان والا رحم کرے گا۔ ساری مخلوق خدا کا کنبہ ہے۔ سب سے اچھا وہ ہے جو خلق خدا کے حق میں سب سے اچھا ہو۔

سچائی نجات ہے۔ جھوٹ ہلاکت ہے۔ گالی گلوچ بدکاری ہے۔ شراب ناپاک ہے۔ جُوا نجاست ہے۔ چور کے ہاتھ کاٹ ڈالو۔ زنا کی سزا سنگساری ہے۔ تصویر اور مورتی دونوں برابر ہیں۔ جس مکان میں ہوں گے رحمت کے فرشتے نہ آئیں گے۔ گانا بجانا شیطانی چیزیں ہیں۔

لوگوں کا مذاق نہ بناؤ۔ کسی کو حقیر نہ جانو۔
پیٹ پیچھے بُرائی نہ کرو، نہ اس کی ایسی نقل اتارو کہ
اس کے سامنے اگر اس طرح نقل اتارو تو اس کو
ناگوار ہو۔ اس کا نام غیبت ہے۔ غیبت ایسی ہے
جیسے مُردہ بھائی کا گوشت کھانا۔ جھوٹی گواہی شرک
کی برابر کا گناہ ہے۔

بُغض۔ کینہ۔ کپٹ۔ نیک کاموں کے لئے ایسے
ہیں جیسے سوکھی گھاس کے لئے دیا سلائی۔ خیانت آتشِ
دوزخ کا داغ ہے۔

سُودخوار کو خدا کی طرف سے اعلانِ
جنگ ہے۔

اگر اونٹ سوئی کے ناکے میں گھُس سکتا ہے
تو مُشرک بھی جنّت میں جا سکتا ہے۔

محبّت، رحم، کرم، انصاف، بہادری،
خودداری، غیرت، سادگی، حیا، شرم، بلندہمتی،
ایمان کے اصلی جوہر ہیں۔

دست کاری انبیاء کی سنّت ہے۔

سچا امانت دار تاجر جنّت میں انبیاء اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔

علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ طالب علم اگر مرجائے تو شہید ہے۔

(ماخوذ از آیات واحادیث)

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ط

کتبہ: عبد المجید بجنوری
۶۷۴